JANUARY 1947. R. L. NO. 908.

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی

مجریہ

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم مبلغ اسلام و بانی ووکنگ مسلم مشن انگلستان

مدیران اعزازی

آفتاب الدین احمد بی۔اے
مدیر اسلامک ریویو (انگریزی)

عبدالمجید ایم۔اے۔بی۔ٹی
امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

مرتبہ
خواجہ عبدالغنی سیکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

www.aaiil.org

بڑی نیکی ہے کہ آپ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں کیونکہ اس رسالہ کی آمد بہت حد تک ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار کی اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۳۳ | بابت ماہ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ - جنوری ۱۹۴۷ء | نمبر ۱

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	نمبر صفحہ
	شذرات	از قلم سیکرٹری صاحب ووکنگ مسلم مشن ووکنگ	
(۱)	مغرب میں اسلامی لٹریچر کی مانگ	" " " " " "	۱
(۲)	ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے دعوت عمل	" " " " " "	۲
(۳)	تحریک پاکستان میں اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کرنیکی ضرورت	" " " " " "	۳
۴	مذہب اور سیاست	" " " " " "	۷
۵	مذہب کے علمبرداروں کیلئے لمحۂ فکریہ	" " " " " "	۸
۶	وفاداری	از قلم جناب ولیم بشیر پکرڈ صاحب (بی اے کنٹب)	۹
۷	اسلام میں سوسائٹی کا نظام	از قلم جناب ایم اے سی ایم صالح صاحب	۱۷
۸	زوال عیسائیت	از قلم جناب محمد صادق ڈڈلے رائٹ	۲۱
۹	یسوع بن مریم - ابن اللہ کا نظریہ	از قلم جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور	۲۶
۱۰	بشر کامل	از قلم جناب شیخ بیگم صاحبہ جناب محمد یونس صاحب	

چھپا قومی پرنٹنگ پریس لاہور میں باہتمام خواجہ عبدالغنی پرنٹر پبلشر کے دفتر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع ہوا

www.aaiil.org

شذرات

مغرب میں اسلامی لٹریچر کی مانگ

گذشتہ جنگ عظیم نے مغربی تہذیب کی بنیادی اقدار میں ایک تزلزل پیدا کرکے اہل مغرب کو غور و فکر پر مجبور کر دیا ہے تاکہ وہ جائزہ لیں آخران کے نظام میں وہ کونسی بنیادی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے ان کے ہاں امن بالکل مفقود ہو چکا ہے اور مغربی تہذیب کا رُخ تباہی اور بربادی کی طرف ہو چکا ہے۔ عمرانی لحاظ سے یہ ایک ایسا وقت ہے جسے بجا طور پر نقطہ انقلاب کہا جا سکتا ہے یا تو مغربی تہذیب مادہ پرستی کی وجہ سے تباہی کے گڑھے میں گر کر صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے گی اور یا اس نقطہ سے ایک ایسے دور کا آغاز ہوگا جو اپنی افتاد امتزاج، اور خصوصیات کے لحاظ سے پہلے دور سے مختلف ہو اور اس میں وہ باتیں مفقود ہوں جس نے پہلے مغربی اقوام کو زوال آمادہ کیا ہے چنانچہ حالات اور واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مغرب نے عقلیت اور مادیت سے مایوس ہو کر مذہب کی طرف توجہ کی ہے چنانچہ ان دنوں یورپ میں اسلامی لٹریچر کی مانگ بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ موقعہ ہے کہ موجودہ مسائل اور مشکلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نہایت اعلیٰ درجہ کا لٹریچر تیار کرکے مغرب میں بھجوایا جائے۔ اگر اس وقت ان لوگوں کے سامنے اسلام اور آنحضرت صلعم کی صحیح تصویر آگئی تو وہ یقیناً اسلام کو قبول کر لیں گی چنانچہ اس موقعہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کارپردازان مسلم ووکنگ مشن نے ۱۹۴۷ء میں بہت سے چھوٹے ٹریکٹ ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے ہیں اور انہیں کثیر تعداد میں تبلیغ اسلام کی غرض سے غیر مسلم لائبریریوں میں مفت بھجوایا ہے لیکن لٹریچر کی مانگ اس قدر زیادہ ہے کہ اس طرف مسلمانوں کی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ امید ہے

وہ مسلمان بھائی جو تبلیغ اسلام کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور اس دَور کے تقاضوں سے بھی واقف ہیں وہ اس طرف اپنی فوری توجہ مبذول فرمائیں گے اور اس ضمن میں ووکنگ مسلم مشن کی مالی اعانت کریں گے تاکہ ہم وسیع پیمانہ پر غیر مسلم دنیا میں اسلامی لٹریچر کو تقسیم کر سکیں۔ یہ پیغام اسلام کو پہنچانے کا بہترین موقعہ ہے اس کار خیر میں شمولیت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے دعوتِ عمل

ووکنگ مسلم مشن گذشتہ تینتیس ۳۳ سال سے سرزمین انگلستان میں تبلیغی جدوجہد کر رہا ہے اور شروع سے ہی تبلیغ اسلام کی اہمیت کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلاتا رہا ہے اور آج اس بحرانی دور میں جبکہ تبلیغ اسلام کی اہمیت اور ضرورت پہلے سے بھی فزوں تر ہے مسلمانوں کو اس تبلیغی جدوجہد اور جہاد بالقرآن کے لئے دعوت عمل دیتا ہے۔ سب مسلمان بھائیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس دعوت عمل کو قبول کریں اور موجودہ حالت کا نظر غائر سے مطالعہ کرتے ہوئے ایسی حرکی قوت کا اظہار کریں جو زندہ قوموں کا شعار ہے۔ دنیا کی زندہ قوموں کا یہ شعار ہے کہ وہ اپنے ثقافتی اور مذہبی نظام کے مرکزی نقطہ کو کبھی فراموش نہیں کرتیں۔ نظام اسلام کا مرکزی نقطہ تبلیغ ہے۔ قرن اولیٰ میں مسلمانوں نے جہاد بالقرآن سے ترقی کی اور اس زمانہ میں بھی مسلمان صرف تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق سے دنیا میں سربلند ہو کر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اسلام میں صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کی زندگی پوشیدہ ہے۔ مختلف معاشی، سیاسی اور بین الاقوامی پیچیدگیوں سے دنیا کو نجات اس صورت سے حاصل ہو سکتی ہے کہ جب وہ قرآن مجید کی اعلیٰ تعلیمات کو قبول کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں ہم خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس بات پر جائز طور پر فخر کر سکتے ہیں کہ کارپردازان ووکنگ مسلم مشن نے اور خصوصاً اس مشن کے بانی نے اسلام اور قرآن مجید کی تعلیمات کو دنیا میں پہنچانے کے لئے ہر ممکن قربانی کی ہے اور یہ شرف اور فخر اس زمانہ میں ووکنگ مسلم

مشن کو ہی یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں اسلام کو یورپ میں غالب کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور اپنی تبلیغی مساعی کے لحاظ سے یہ مشن تاریخ اسلامی میں یادگار رہے گا لیکن ووکنگ مسلم مشن کے مبلغین اس نصب العین کو اتنی کامیابی کے ساتھ بروئے کار نہ لا سکتے اگر اللہ تعالےٰ نے بعض مسلمانوں کے قلوب میں یہ جذبہ نہ پیدا کر دیا ہوتا کہ وہ مسلسل طور پر اس مشن کے لئے مالی ایثار کریں لیکن اب ایک ایسا موقعہ ہے کہ پہلے سے کہیں بڑھ چڑھ کر تبلیغی جدوجہد کی ضرورت ہے اس موقعہ پر ہم جملہ برادران اسلام کی خدمت میں یہ گذارش کریں گے کہ وہ اس کام کی طرف جو درحقیقت خدا اور اس کے رسول ہی کا کام ہے فوری توجہ مبذول فرمائیں اور پہلے سے بڑھکر قوت اور جوش کے ساتھ ووکنگ مسلم مشن کے ساتھ تعاون کریں تاکہ جدید حالات اور تقاضوں کے مطابق وسیع پیمانہ پر یورپ میں تبلیغ اسلام ہو سکے۔ امید ہے دوست ہماری اس تحریک اور دعوت عمل پر خاص توجہ کریں گے اور ہماری یہ آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو گی۔

تحریک پاکستان میں اخلاقی اور روحانی قوت پیدا کرنے کی ضرورت

ہمارے پرچہ کا مسلک اور پالیسی خالص تبلیغی ہے اس لئے ہم سیاسیات میں خوامخواہ اُلجھنے کی کوشش نہیں کرتے لیکن بعض اوقات محض اعلائے کلمۃ الحق کی غرض کو ہی پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ عرض کر دیا جاتا ہے اور اس عرضداشت کو صرف اصول تک ہی محدود رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے ــــ ہندی مسلمانوں میں ان دنوں تحریک پاکستان نے ایک خاص اہمیت حاصل کر لی ہے اور اس تحریک نے بالکل جائز طور پر مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے ہم صرف اس تحریک کے تاریخی پس منظر اور دین اسلام کے بعض بنیادی تقاضوں کے پیش نظر ایک گذارش کرنا چاہتے ہیں ــــ اگر ہم مسلمانوں کی گذشتہ ایک صدی کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ مسلمانوں کے زوال کے جمود کو توڑنے

کے لئے متعدد تحریکات عالم اسلامی میں پیدا ہوئیں اور ہر ایک تحریک نے کسی خاص طریقہ کو اپنا بنیادی تصور قرار دیا۔ مہدی سوڈانی کی تحریک جہاد نے فوجی طاقت سے مسلمانوں کے کھوئے غلبۂ اسلام کو حاصل کرنا چاہا۔ سید جمال الدین افغانی کی تحریک پین اسلام ازم نے مسلمانوں میں سیاسی شعور اور زوال زدہ مسلمان حکومتوں میں ایک وحدت قائم کرنے کی کوشش کی۔ سر سید مرحوم نے مغربی علوم کی ترویج سے مسلمانوں کے جمود کو توڑنا چاہا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب جہالت ہے جب تک جہالت دور نہ ہوگی اس وقت تک جمود نہیں ٹوٹ سکتا۔ مہدی سوڈانی کی تحریک جس حربے کو لیکر اٹھی تھی اس حربے سے ختم ہوگئی۔ پین اسلام ازم کی تحریک قومیت پرستی کے سیلاب کا شکار ہوگئی اور سر سید کی علمی تحریک کا نتیجہ عقلیت پرستی اور تشکیک کے سوا کچھ نہ نکلا۔ ان جملہ تحریکات کی جزوی افادیت سے انکار نہیں انھوں نے مسلمانوں میں ایک تحرک اور بیداری ضرور پیدا کی لیکن مسلمانوں کو ایک خاص مقام سے اوپر نہ اٹھا سکیں اور مسلمانوں کا حقیقی احیاء کرنے سے قاصر رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی عظمت اور شوکت کا راز نہ فوجی غلبہ میں ہے نہ سیاسی وحدت میں ہے اور نہ احیاء علوم میں ہے بلکہ ان کی ترقی کا راز صرف اسلام کے اعلیٰ اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں پوشیدہ ہے۔ جس وقت تک مسلمان قرآن، اسلام اور آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ سے دور ہیں اس وقت تک وہ اپنا کھویا ہوا مقام نہیں حاصل کر سکتے۔ ان جملہ تحریکات کے بعد جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تحریک پاکستان پیدا ہوئی یہ تحریک ایک سیاسی اور ثقافتی تحریک ہے جس کا مقصد جدید ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی آزادی اور ثقافتی زندگی کا تحفظ ہے اور مسلمان کو انگریز اور ہندو کے استبداد سے بچانا ہے۔ یہ تحریک آجکل اپنے پورے زور پر ہے مسلمانوں کا بچہ بچہ اس تحریک سے متاثر ہے۔ پاکستان کے تصور پر سارے ہندوستان کے مسلمان متحد ہو چکے ہیں لیکن اس تحریک میں قوت اور پائیداری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے

کہ اس کی اساس اسلام اور قرآن پر ہو صرف سیاسی تنظیم سے ہی مسلمانوں کو برسراقتدار لانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ سب سے پہلے ضروری ہے کہ مسلمان کو مسلمان بنایا جائے اور اس کے سینہ میں اسلام کی روحانی اقدار پر ایک زندہ ایمان پیدا کیا جائے۔ پہلی تحریکات کی ناکامی کا باعث صرف یہ بات ہوئی کہ انھوں نے مسلمانوں کی ظاہری زندگی کے بعض پہلوؤں پر زور دیا لیکن مسلمانوں کے حقیقی عارضہ کی تشخیص کر کے اس کا علاج نہ کر سکیں مسلمان قوم اپنے مزاج عقلی میں دوسری اقوام عالم سے مختلف ہے۔ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کی بنیاد دین اسلام کے بلند تصور پر ہے جب تک اس تصوّر کو زندہ نہ کیا جائیگا اس وقت تک اخوت اسلامیہ بھی زندہ نہیں ہو سکتی اور نہ دنیا میں قوت پکڑ سکتی ہے۔ اس امت کی زندگی اسلام کے احیاء سے وابستہ ہے۔ اسلام ہی مسلمانوں کے قلوب میں تزکیہ نفس اور ضبط نفس کی اعلیٰ خصوصیات پیدا کر سکتا ہے۔ جس سے یہ امت اس قابل ہو سکتی ہے کہ زندگی کے ہر گام پر مشکلات اور مخالف قوتوں کا مقابلہ کر سکے۔ آج پاکستان کا نصب العین مسلمانوں کے سامنے ہے اس کے حصول میں مسلمانوں کو بہت سی مشکلات پیش آرہی ہیں ایک طرف انگریزی امپیریلزم ہے اور دوسری طرف ہندو قوم کی سیاسی قوت اور عزائم ہیں ان تمام دشواریوں کا مقابلہ مسلمان اسی وقت کر سکتے ہیں جب ان کے قلوب میں غیر معمولی اخلاقی اور روحانی قوت پیدا ہو جائے اور وہ روحانی اور اخلاقی قوت مسلمانوں میں صرف اسلام ہی پیدا کر سکتا ہے صرف سیاسی تصوّر اور ثقافتی جذبہ مسلمانوں میں یہ قوت پیدا نہیں کر سکتا چنانچہ آج تحریک پاکستان میں جو زندگی ہمیں نظر آتی ہے وہ بھی صرف مذہب کیوجہ سے ہے مسلمانوں میں سیاسی اور ثقافتی بیداری دین اسلام کے نام پر پیدا کی گئی ہے مسلمانوں کی جملہ تحریکات کی جزوی ناکامی میں مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ بغیر اسلام کے مرکزی تصوّر کے عالم اسلامی کے اندر کوئی تحریک پروان نہیں چڑھ سکی اس لئے ضرورت ہے کہ تحریک پاکستان کو صرف سیاسی اور ثقافتی احساس تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ اس

کی بنیاد دین اسلام پر استوار کی جائے تاکہ یہ تحریک صرف ہندوستانی مسلمان کی ترقی اور بقا کا موجب نہ ہو بلکہ سارے عالم اسلام کے لیے ایک حرکی قوت بن جائے، اور مسلمان صرف اپنی عظمت رفتہ ہی کو حاصل نہ کریں بلکہ اسلام سے اس دور کے سارے مفاسد کا استیصال کریں اور تہذیب و تمدن کی گری ہوئی عمارت کو سنبھالیں اور اسے تباہ و برباد ہونے سے بچائیں جس طرح انھوں نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر انسانیت کو تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچایا تھا۔

مذہب اور سیاست

آج دنیا کے حالات اس بات کو بالکل واضح کر رہے ہیں کہ مذہبی تعلیم اور مذہبی بنیاد کے بغیر موجودہ سیاست انسانوں کے لئے ایک لعنت ہے ایک جنگل کا قانون ہے جس میں غریبوں اور بیکسوں کے لئے کوئی رحم نہیں آج کل سیاست میں جو تھوڑی بہت اخلاقی رمق نظر آتی ہے وہ مذہب کی دو ہزار سالہ کوششوں کا ہی نتیجہ ہے۔ موجودہ تہذیب اور سیاست اخلاق سے بالکل عاری ہے اس سیاست کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ایسے ایسے ماہران حرب و ضرب پیدا کئے ہیں جنھوں نے اتنے وسیع پیمانہ پر انسانوں کا خون بہایا ہے کہ جن کے مقابلہ میں چنگیز اور ہلاکو کی غارتگری کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ مستقبل میں کیا ہونیوالا ہے اگر اس تہذیب اور سیاست کی قوتوں کو روحانیت اور اخلاق کے کنٹرول میں نہ لایا گیا تو انسانوں کو اس تہذیب اور سیاست سے سوائے تباہی اور بربادی کے اور کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ اس دور ہلاکت اور غارتگری میں سب سے بڑھکر مذہب کی ضرورت ہے مذہب انسانی قلب میں بلند جذبہ عبودیت اور خدا کی ہستی کا احساس پیدا کرتا ہے اور انسانوں کی ہمدردی اور بہتری کے لئے سچی تڑپ پیدا کرتا ہے بغیر مذہب کے سیاست انسانوں کے لئے ہلاکت کا موجب رہے گی جب تک مذہب کے سرمدی

حقائق پر اس کی بنیاد استوار نہ کی جائے گی ۔

مذہب کے علمبرداروں کیلئے لمحۂ فکریہ

عالمگیر جنگ کو ختم ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ ایک تیسری ہولناک جنگ کی گونج بھی سنائی دے رہی ہے اور ان جنگوں کی وجہ سے عصر حاضر میں اتنی تباہی ہوئی کہ زمانہ قدیم اور قرون وسطیٰ کی جنگوں کی تباہی کو اس سے کوئی نسبت نہیں اور اس وقت دنیا کے ہر ایک حصہ میں اس وقت انسان کے خونین جذبات لاوے کی مانند کھول رہے ہیں معلوم نہیں جب یہ لاوا ابلے گا تو اس وقت نوع انسانی کیسے کیسے مصائب میں مبتلا ہو جائے گی روس اور برطانیہ جن کے ہاتھوں میں اس وقت ساری دنیا کی زمام اختیار ہے وہ بجائے صلح اور امن کو قائم کرنے کے اپنے سیاسی اقتدار کو بڑھانے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ امن کانفرنسوں کی ناکامی اس پر شاہد ہے۔ مشرقی دنیا میں مغرب کی تقلید میں مغربی تصورات اور مغربی ہتھیاروں کے ساتھ لیس ہو کر ایک بہت بڑی کشمکش میں مبتلا ہے۔ فلسطین میں عرب اور یہود کی پیکار، ہندوستان میں ہندو اور مسلمانوں کی آویزش۔ انڈونیشیا کی جنگ آزادی گویا ساری انسانیت اس وقت دوزخ کے اتھاگڑھے کے کنارے پر کھڑی ہے اس عالمگیر فساد کی آگ صرف مذہب، روحانیت اور اخلاق ہی ٹھنڈا کر سکتے ہیں کیونکہ صرف ان کے ذریعہ ہی ادنیٰ خواہشات اور اسفل جذبات کا تزکیہ ہو سکتا ہے اور دنیا کو اس بحران سے نجات مل سکتی ہے، مذہب کے علمبرداروں کا فرض ہے کہ ان حالات کا مطالعہ کر کے دنیا کی اصلاح کے لئے کوئی تعمیری پروگرام بنائیں اور مخلوق خدا کی بہبودی کے لئے صحیح معنوں میں کوشش کریں۔

جملہ خط وکتابت بنام خواجہ عبدالغنی سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب۔انڈیا) اور تمام ترسیل زر بنام فنانشل سیکرٹری ٹرسٹ مذکور ہونی چاہیئے۔ (سیکرٹری)

وفاداری

از جناب ولیم بشیر بکرڈ صاحب بی اے (کنٹب)

اے وفاداری! میں تمہیں دنیا کا ستون خیال کرتا ہوں۔ آدمی اور آدمی کے درمیان تم رشتہ استوار کرتی ہو اور اس رشتہ کو پائیداری بخشتی ہو تم سچی زندگی کے اتفاقات اور تغیرات کے اندر تم ایک چٹان کی مانند ہو زندگی کا راستہ ابدیت کے اندر ایک حج کی مانند ہے۔ لیکن یہ راستہ یقیناً اس دنیا سے ہو کر گذرتا ہے اس لئے ہمیں اپنی روزمرہ معاملات میں نہایت مکمل طریقہ سے عمل کرنا، اور زندگی بسر کرنا چاہیئے اور بغیر اس طریقہ کے ہم روحانی لحاظ سے کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔

جسم سے ہمیں نفرت نہیں کرنی چاہیئے اور نہ اس کی طرف سے لاپروا ہونا چاہیئے اور اس بات کو خاص طور پر یاد رکھنا چاہیئے کہ حقیقی نشو و نما اور روح کی خوبصورتی اور بلندی کا انحصار طبعی فرائض کی ادائیگی پر ہے۔

ہم اس راستہ پر گامزن ہو کر خدا کے فضل سے ایمانداروں اور وفاداروں میں سے ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ میں نے وفاداری اور ایمانداری کی اس خوبی کو نمایاں حیثیت دی ہے اس خوبی کو ہمیں کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے نظر انداز کرنا چاہیئے اور نہ اس کی طرف سے بے توجگی کرنی چاہیئے۔ تن آسانی یا اور کسی ذاتی غرض سے تساہل اور تغافل کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔

واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها وقد جعلتم الله علیکم کفیلا ان الله یعلم ما تفعلون ( )

ترجمہ:- اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم عہد کر لو اور قسموں کو ان کے پکا کرنے کے بعد مت توڑو

اور تم اللہ کو اپنا ضامن کر چکے ہو بیشک اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

بعض لوگوں کے نزدیک معاہدے اور وعدے امانتوں کی ادائیگی اور اپنے مونہوں کے الفاظ کو پورا کرنا جو اپنے بھائیوں یا بہنوں سے کئے گئے ہوں (خدا کے نزدیک درحقیقت سب مرد اور سب عورتیں آپس میں بہن بھائی ہیں) خود اپنی ذات میں اہم ہیں — لیکن روزمرہ زندگی میں حقیقی معاملہ اس سے بالکل برعکس ہے ہر طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ قومیں اور افراد وعدوں کو توڑتے ہیں۔ معاہدات کو کالعدم کرتے ہیں ہر نئے مفاد پر وفاداری کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ دلائل اور عذر پیش کر کے وفاداری کو نہایت اچھی قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

ومن اهل الكتب من ان تامنه بقنطار يؤده اليك ومنهم من ان تامنه بدينار لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قائما ذالك بانهم قالوا ليس علينا في الاميين سبيل ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون بلى من اوفى بعهده واتقى فان الله يحب المتقين. (آل عمران ۷۶-۷۵)

ترجمہ:۔ اور اہل کتاب میں سے وہ ہے کہ اگر تو اس کو مال کے ڈھیر پر امین بنائے تو وہ اسے تجھے واپس دیدے اور ان میں سے وہ ہے کہ اگر تو اسے ایک دینار پر امین بنائے تو وہ اسے تجھے واپس نہ دے سوائے اس کے کہ تو اس کے سر پہ کھڑا رہے یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر ان امیوں کے بارے میں کوئی الزام کی راہ نہیں اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔ ہاں جو شخص اپنے اقرار کو پورا کرتا ہے اور تقویٰ کرتا ہے تو یقیناً اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

اس اعتماد اور وفاداری کی اہمیت اتنی مستقل اور دائمی ہے کہ اس کو نہایت عجیب طریقہ سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور اپنے معاہدات، الفاظ اور وعدوں کو پورا کرتے ہیں ان کی حالت ان لوگوں سے بہت بہتر ہے جو ایک دوسرے کے دوست ہیں صلح اور امن کی حالت میں ہیں لیکن بغیر کسی ہچکچاہٹ کے پیمان شکنی

کرتے ہیں اور ان کی اہمیت بالکل نمایاں ہے فرد اور قوم زندگی کا بنیادی قاعدہ ہے۔

کو توڑ دیتے ہیں اور اپنے وعدوں کو پورا نہیں کرتے بلکہ عدم اعتماد اور غداری کا ثبوت دیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور اپنے الفاظ کو پورا کرتے ہیں اور آپس کے معاہدات کا احترام کرتے ہیں ان کی مثال اس آدمی کی ہے جو پتھریلی زمین پر سفر کر رہا ہو اور نکیلے پتھر اس کے پاؤں کو تکلیف دے رہے ہوں لیکن ان مشکلات کے باوجود بھی وہ ٹھوس زمین پر ہے وہ نہایت احتیاط کے ساتھ سفر طے کر سکتا ہے اور محنت شاقہ کے ساتھ بالآخر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے ـــــ وہ لوگ جو آپس میں دوست ہیں لیکن اس دوستی کے باوجود اپنے الفاظ کو پورا نہیں کرتے وعدوں کو توڑتے ہیں اور معاہدات کو کالعدم کرتے ہیں ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جو خوش آیند سراب پر سفر کر رہا ہو اس کے لئے چلنا خواہ کتنا ہی آرام دہ اور خوشگوار ہو لیکن وہ اپنی منزل مقصود تک کبھی نہ پہنچے گا منزل مقصود کے قریب ہوتے ہوئے بھی ناامیدیوں کا شکار ہو جائیگا ـــــ اس لئے انسانی معاملات میں اعتماد اور وفاداری کو پنپنے دینا چاہیئے اور وفاداری کو سب سے بڑھکر اہمیت دینا چاہیئے ۔ قرآن مجید حقیقی مومنوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ وہ ان امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں جو ان کے پاس رکھی جاتی ہیں معاہدات کا احترام کرتے ہیں اور اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں اور وہ نہایت مخلصانہ طریق پر صحیح شہادت دیتے ہیں ایسے لوگ ہی بابرکت زندگی سے بہرہ اندوز ہوں گے اور ان پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی اور وہ ہمیشہ باغوں میں رہیں گے ۔

وفاداری کی یہ خصوصیت جو نہایت بابرکت خصوصیت ہے تمام انسانی تعلقات کی بنیاد ہے خواہ وہ تعلقات انفرادی اور کاروباری نوعیت کے ہوں خواہ وہ اجتماعی اور ثقافتی طرز کے ہوں اور خواہ وہ بین الاقوامی ہم آہنگی اور خوشحالی سے تعلق رکھتے ہوں ۔ یہ ایک ایسا دھاگا ہے جس سے انسانی تحفظ کا جامہ بنا جا سکتا ہے یہ امید کی کرن ہے جو انسانی ترقی کے راستہ کو منور کرتی ہے ۔ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو انشاء اللہ تمام

اقوام عالم کو ایک عالمگیر اخوت انسانیہ سے وابستہ کردے گا اور سب قوموں کے آپس میں اخوت اور دوستی کے تعلقات محکم ہو جائیں گے ـــــ میں پھر اس ضمن میں قرآن مجید کی طرف رجوع کرتا ہوں :-

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفو بالعھد ان العھد کان مسئولا - واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ذالک خیر واحسن تاویلا - ولا تقف ما لیس لک بہ علم ط ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا -

(بنی اسرائیل ۳۴ - ۳۶)

ترجمہ :- اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ سوائے اس طریق کے جو نہایت عمدہ ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو کیونکہ ہر عہد کے متعلق سوال کیا جائیگا اور جب تم ماپو تو ماپ پورا کرو اور سیدھے ترازو سے تولو یہ بہتر اور انجام کار بہت خوب ہے اور اس کے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھے علم نہیں کان اور آنکھ اور دل ان سب کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ اس وسیع وفاداری کا مفہوم ہے جس سے انفرادی اور سماجی وفاداری کا جذبہ نشو ونما پاتا ہے جس کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اس وفاداری کے وسیع مفہوم سے ہماری مراد خدا کی یاد ہے جس سے وفاداری کے تمام محاسن اس طرح پھوٹتے ہیں جس طرح کہ پھول زمین میں سے اگتے ہیں جو زندگی کے دشوار گذار راستہ کو آسمانی خوشبو سے معطر کرتے ہیں ـــــ اس بات کو زیادہ واضح کرنے کے لئے ہمیں پھر قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جس میں ان گھروں کا ذکر ہے جن میں خدا کا نور نازل ہوتا ہے قرآن مجید ان گھروں کے مکینوں کی خصوصیات کو یوں بیان فرماتا ہے :-

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو

والاصال رجالٌ لا تلهیهم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ یخافون یومًا تتقلب فیہ القلوب والابصار (النور ۳۶ - ۳۷)

ترجمہ:- یہ نوران گھروں میں ہے جن کے متعلق اللہ نے اذن دے دیا ہے کہ وہ بلند کئے جائیں گے اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے ان میں اس کی تسبیح صبح اور شام کے وقتوں میں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں نہ تجارت اور نہ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل کرتی ہے اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گی ——— وفاداری کا وہ مفہوم جو میرے دماغ میں ہے وہ مہذب سوسائٹی کا بنیادی پتھر ہے وہ خالص اور مکمل وفاداری ہے جس کے سامنے زندگی کی معمولی باتیں بھی پرکاہ کی مانند نہیں ہیں جو بدلتی ہوئی خواہشات اور ہوائے نفس کے سامنے اڑتی پھریں۔ آدمیوں کو ثابت قدم رہنا چاہیئے اور خواتین کو بھی جہاں تک وہ تہذیب کی ترقی یافتہ تحریکات میں حصہ لیتی ہیں ثابت قدم رہنا چاہیئے اور اپنے عہدوں، معاہدوں اور منہ کے لفظوں کو پورا کرنا چاہیئے۔

ہمعصر سوسائٹی کے مظاہر پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ حقیقت بالکل واشگاف ہو جائیگی کہ ہر ایک معاہدے اور عہد کو بغیر کوئی اہمیت دئے ہوئے ایک طرف پھینک دیا جاتا ہے یا تو انہیں ملتوی کر دیا جاتا ہے یا بالکل کالعدم کر دیا جاتا ہے بشرطیکہ ان کے متعلق چھوٹا سا نوٹس دے دیا جائے حالانکہ ان معاہدات کو ترک کرنے کی سوائے بعض ناگزیر حالات کے مثلاً بیماری وغیرہ اور کوئی وجہ نہیں ہے یعنی بعض ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن پر قابو پانے کی انسان قدرت نہ رکھتا ہو۔

یہاں تک تو انسانی نقطہ نگاہ سے وفاداری کا ذکر تھا لیکن اس بلند خصوصیت کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ پہلو ہے خدا سے وفادار رہنا خدا کی ایک صفت مومن ہے خدا کے قوانین خدا کی رحمتیں خدا کی برکتیں خدا کے کرم اور خدا کے وعدے سب مضبوط اور اٹل ہیں خدا کے سامنے ہی ہم جھکتے ہیں اور اس کی ذات پر ہی ہم مکمل بھروسہ رکھتے ہیں جیسا کہ

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیراً۔ مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ (الاحزاب ۴۷)

ان الحکم الا للہ علیہ توکلت وعلیہ فلیتوکل المتوکلون (یوسف ۶۸) حکم صرف اللہ کا ہی ہے اس پر میں نے بھروسہ کیا اور اس پر چاہیئے سب بھروسہ کرنیوالے بھروسہ کریں۔

درحقیقت اگر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ خدا کا جو تعلق بندوں کے ساتھ اس تعلق میں بے وفائی کا شائبہ تک نہیں ہے لیکن جو تعلق بندوں کو خدا کے ساتھ ہے اس میں ضرور وفاداری کا فقدان ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو زندگی کے راستہ میں مسرت کیساتھ ترقی کرتے ہیں ان پر دوہرا فرض عاید ہوتا ہے۔ ایک طرف تو انہیں انسانوں کے ساتھ وفادار رہنا ہوتا ہے اور دوسری طرف خدائے پر جبروت کے ساتھ بھی وفادار رہنا ان کا فرض ہے انسانوں کے ساتھ وفادار رہنے کے متعلق مذکورہ بالا سطور میں کسی حد تک زور دیا گیا ہے اب چند سطور خدا سے تعلق رکھنے کے بعد وفادار رہنے کے متعلق عرض ہیں۔

خدا کی پرستش کرنا چاہیئے خدا کی تابعداری کرنی چاہیئے خدا سے محبت کرنی چاہیئے لیکن اس طرز پر نہیں جیسا کہ کسی دور کی چیز کے ساتھ کرتے ہیں بلکہ جیسا کہ کسی انتہائی قریب کی چیز کے ساتھ کرتے ہیں جس سے بڑھکر کوئی قریب نہ ہو خدا کے حضور اتنی شدید محبت کے ساتھ گرنا چاہیئے جیسا کہ واقعی وہ ہمیں اپنے سامنے موجود نظر آتا ہے اس وفاداری کے ساتھ جس میں تضرع پیدا نہیں ہوتا جس کو اختیار کرکے انسان کبھی خدا کو فراموش نہیں کرتا۔ خدا کو دل سے یاد کرو دل سے محبت کرو اور دل و دماغ کی پوری قوت کیساتھ اس کے حضور گر جاؤ۔

جب ہم جادۂ حیات پر گامزن ہوتے ہیں تو ہمیں ہمیشہ خدا کو یاد رکھنا چاہیئے" خدا کو یاد کرو خدا تمہیں یاد کرے گا" ہم خدا کے حضور ہر روز پہلے سے بڑھکر وفاداری کے ساتھ گریں اگر ہم

بیمار بھی پڑ جائیں تو اس صورت میں بھی بستروں پر خدا کو یاد کر سکتے ہیں۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے اور دوپہر کے وقت جب وقت کی دھارا تھم جاتی ہے اور جب سورج غروب ہو جاتا اور تمام دنیا پر ایک جھٹپٹا چھا جاتا ہے ان اوقات پر ہمیں نہایت اہتمام اور باقاعدگی کے ساتھ خدا کو یاد کرنا چاہیئے۔ تب ہمارا شمار حقیقی مومنوں اور وفاداروں میں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی یہ مستقل یاد ہماری روحوں کے اندر ایک تازگی اور شگفتگی پیدا کرے گی اور ہمارے قلب و دماغ میں صحیح توازن پیدا کرے گی اور رفتہ رفتہ ہمیں اس بات پر محکم یقین پیدا ہو جائے گا کہ اس فانی اور ناپائیدار دنیا کے عقب میں حیات ابدی پوشیدہ ہے اور دنیا کی کشمکش سے خواہ ہم کتنے مجروح ہو جائیں لیکن اس کے باوجود ایک ایسی ہستی ہے جو ہمارے زخموں کو اندمال بخشتی ہے۔

کیا ہم نہیں دیکھتے کہ ایک بہتا ہوا دریا اگر ہمیشہ اپنے ہی رُخ پر بہتا رہے تو وہ انسانوں کو بغیر فائدہ پہنچانے کے خشک ہو جائے گا یا سمندر میں جا گرے گا اور اگر وہ ہمیشہ سنگلاخ زمین میں سے ہی بہتا رہے تو اس کا انسانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا لیکن اس پر بند باندھ کر اس کی روانی پر کنٹرول حاصل کر لیا جائے تو وہی تیز رو دریا نہروں کے ذریعہ سے انسانوں کے لئے بیشمار فائدوں کا موجب ہوگا۔ بالکل اسی طرح انسان کی بیقاعدہ زندگی خدا کی روزمرہ یاد سے معمور ہو کر دوسرے انسانوں کے لئے فیض رساں ہو جاتی ہے اور سب انسانوں کے لئے برکت اور رحمت کا موجب ہو جاتی ہے اور انسانیت کی افسردگیوں کو دور کر کے اسے خوشی سے بھر دیتی ہے سو اپنے مضمون کے اختتام پر پھر میں اپنے مضمون کے ابتدائی فقرات کا اعادہ کرتا ہوں۔

آہ وفاداری تو دنیا کا ستون ہے آدمی اور آدمی کے درمیان تو رشتہ استوار کرتی ہے اور اس رشتہ کو پائیداری بخشتی ہو تو سچی زندگی ہے اتفاقات اور تغیرات کے درمیان تو ایک چٹان کی مانند مضبوط ہے۔ جس جگہ تمہاری دلوں میں عزت نہیں تو قانوں کی کسی ہوئی رسیاں

اور آہنی زنجیریں اور الفاظ کی جنگ وجدال ایک گرتی ہوئی فالیجی کو عارضی سہارا دینے کے ستون ہیں۔ یہ محض ایک ایسی دولت ہے جسے کوئی فضول خرچ تباہ کر رہا ہو۔ ایک ایسا ہاتھ ہے جو ایک قیدی کو نشہ آور دوائی پلا رہا ہے۔ آہ! اس قیدی کو آزاد کرو۔ سورج ہوا اور بارش اس قیدی کے لئے صحت بخش ثابت ہونگی اور انسانوں کے لئے ان سامانوں کو مہیا کر کے کسی انعام کے طالب نہ ہو۔ یہ خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کی طرف سے صحت ور زندگی کے پیامبر ہیں اور خدا نے ہی اپنے حکم کے ذریعہ سے وفاداری کو قائم کیا ہے۔ ایمان پیدا کرنے اور وفادار ہونے سے تم ہولناک جنگوں سے محفوظ رہو گے اور ایمان کے ذریعہ سے ہی تم اپنی جائے رہائش کو خوبصورت بناؤ گے اور کامیابی تم پر مسکرائے گی اور ان لوگوں کی شمع راہ ہوگی جو اپنے عہدوں پر پختگی سے قائم ہوتے ہیں وفاداری کا درخت اُگے گا اور بڑھے گا اور تلون مزاجی اور باطل کی بیلیں مرجھائیں گی کیا صرف بھول جانے کا عذر اس بے وفائی سے تمہاری بریت ثابت کر سکتا ہے۔ "میں مشکلات کا شکار ہو گیا" "میں بھول گیا"۔ "میرے پاس وقت نہیں تھا" یہ سب فضول بہانے ہیں کس طرح یہ طاغوتی بیلیں ہماری زندگی کے لئے تباہ کن ثابت ہو رہی ہیں اور ہمیں وفاداری کے قیمتی جوہر سے محروم کر رہی ہیں ۔

اسلام میں سوسائٹی کا نظام

تجارت میں دیانت

از جناب ایم۔ اے۔ سی۔ ایم صالح صاحب

اسلامی استحکام کے اصول آنحضرت صلعم سے متعلق ہیں۔ جنہوں نے عرب کے وحشی اور متحارب قبائل میں اتحاد پیدا کیا اور اس دنیا سے رخصت ہونے سے پیشتر حضور نے اپنی آنکھوں سے اپنی کامیابی کی عظمت کو دیکھ لیا۔ دنیا کی متعدد اقوام کو حضرت محمد صلعم نے بلا کر ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کر دیا اور یہ ایک ایسا سلسلہ اخوت ہے جس کی نظیر ساری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ مقصد کی وحدت سے ایک کامل نمونہ پیدا ہوا جس میں ایک ایسی بلند خواہش تھی جس نے انسان کے مقام کو بلند کر دیا اور وہ بلند خواہش کچھ اس طریقہ سے انسان پر اثر انداز ہوئی کہ اسکی نظیر واقعی تاریخ میں نہیں ملتی۔

حضرت محمد صلعم کی تعلیمات کی جامعیت اور آپ کی پیدا کردہ عملی اخوت نے (جو آپ نے عرب کے بدوی قبائل میں پیدا کی جو اسلام سے پہلے بربریت کا نمونہ تھے) دنیا کا نقشہ بالکل بدل دیا۔ ان مذکورہ خصوصیات نے اس زمین کو بہشت کا نمونہ بنا دیا۔ آنحضرت صلعم نے اس بلند نصب العین کو بروئے کار لانے کے لئے اپنی زندگی کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ اپنی مرضی کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے سامنے بالکل ہیچ کر دیا اور اپنی ذات کو اصول کے بالکل تابع کر دیا ان امتیازی خصوصیات نے آنحضرت صلعم کے مقام کو بہت بلند کر دیا چنانچہ آپ کے اس بلند مقام اور مرتبہ کا احترام آپ کے کروڑوں متبعین میں موجود ہے۔ یہ اخوت اسلامیہ

جس کی بنیاد آپ نے خون شہدا سے رکھی اس کا احیاء بھی عام تحریکات کے مانند وقفوں کے بعد ہوتا رہتا ہے۔ لیکن وہ بدعمل لوگ جو اخوت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں وہ خود تباہ ہوجائیں گے کیونکہ یہ اخوت خدا کی مشیت کے تابع ہے جو شخص اس کے آڑے آئیگا وہ خود صفحہ ہستی سے نابود ہوجائیگا ——— آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی کی ابتدا بحیثیت ایک تاجر اور سالار کارواں کے کی۔ اس طریقہ سے آپ کو لمبے لمبے سفر کرنے کا موقعہ ملا جس سے آپ نے وسیع تجربات حاصل کئے جو آپ کے رفیع نصب العین کے لئے مفید اور ضروری تھے۔ ایمانداری اور دیانت سے آپ نے اپنے ہمعصروں کی نظروں میں بہت بلند مرتبہ حاصل کیا وہ لوگ آپ کو ہر لحاظ سے قابل اعتماد تصور کرتے تھے۔ انسانی فطرت کو سمجھنے اور سوسائٹی کے مسائل کو حل کرنے میں آپ کی پیغمبرانہ استعداد اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ انسانی سمجھ اس کا اندازہ کرنے سے قاصر ہے۔ آپ کی سیرت اور آپ کی اخلاقی دیانت اس زمانہ میں جبکہ انسانی سوسائٹی کی بنیاد بہیمیت پر تھی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئی تھی۔

آپ کو روحانی ذرائع سے مختلف قسم کا علم حاصل تھا جو آپنے مذہبی ریاضت سے حاصل کیا تھا جس پر ایک عامی انسان کا عمل پیرا ہونا سخت مشکل ہے۔ علم کے اس سرمایہ کے ساتھ جو آپ نے انتہائی استقلال اور قوت ارادی سے حاصل کیا تھا آپ نے انسانی زندگی کے دینی اور دنیوی پہلوؤں کی ایسی تعبیر اور تفسیر کی اور اپنے متبعین کے قلوب میں ایسا جذبۂ ایثار خلوص اور قوتِ عمل پیدا کی کہ جس سے آپ کے ذریعہ اور آپ کے متبعین کے ذریعہ اسلام کی شوکت اور عظمت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

مسلمانوں کو اللہ تعالٰی کی ہستی پر محکم یقین ہے۔ اور انکا نصب العین اس دنیا میں بالکل واضح ہے۔ قرآن مجید میں حیات انسانی کا جو فارمولا بیان کیا گیا ہے اسکو اچھی طرح اسلامی روح کے مطابق اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے صرف دولت کو سمیٹنا اور اس کو جمع کر لینا مسلمانوں کو زندگی کے بلند معیار پر نہیں پہنچا سکتا جو اسلام کے نصب العین اسلامی تنظیم اور اسلامی ضابطہ اخلاق اور

فرائض کے مطابق ہو۔ بالکل آسان طریق زندگی میں جو شخص ہدایت کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ثابت قدم رہتا ہے اور اسلامی تعلیمات کے محاسن کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے وہی شخص زندگی کے اس بلند معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔

تجارت اور خرید و فروخت کے معاملات میں مسلمانوں کے اخلاقی زوال کا باعث تجارتی اخلاق کا فقدان ہے۔ قطع نظر اس حقیقت کے کہ ان کے اندر کاروباری استعداد بحیثیت ایک جماعت کے غیر معمولی ہے اور ان میں یہ جوہر بھی موجود ہے کہ تجارت کے میدان میں اپنے حریفوں پر سبقت لے جا سکیں۔ آنحضرت صلعم نے خود کاروباری زندگی اختیار کی اور مکہ معظمہ کے عظیم المرتبت تاجروں کے ساتھ لین دین میں بلند اخلاقی معیار کو قائم رکھا۔ وہ غیر معمولی احتیاط جو آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن حمزہ کے ساتھ معاہدہ کی شرائط کو پورا کرنے میں ملحوظ رکھی اور جس کا بیان تاریخ میں بطور معیار کے موجود ہے جو کاروباری معاملات میں انسان کے واجبات اور فرائض کو سمجھنے میں شمع راہ کا کام دے سکتی ہے۔ یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ آج کل کے کاروباری مسلمان اپنے اس اخلاقی جوہر سے محروم ہو چکے ہیں اور اپنے عدول کے ایفا میں اپنے فرائض اور ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے۔

ان لوگوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے جو کاروباری زندگی بسر کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے اپنے متبعین کے لئے ایک شاندار ورثہ بطور ایک مکمل ضابطہ کے اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ جس میں انسان کے دماغی قواء کو ترقی دینے کا غیر معمولی محرک موجود ہے جس کو اختیار کر کے تجارت پیشہ لوگ اپنی استعداد کے مطابق اخلاقی بلندیوں کو حاصل کر سکتے ہیں۔ کاروباری زندگی کے دو مقصد ہونے چاہئیں ایک یہ کہ انسان دنیوی لحاظ سے ترقی کرے اور دوسرے یہ کہ روحانی کمال حاصل کر کے زندگی کی ان بلند منازل پر پہنچے جہاں تک نوع انسانی کی بہتری اور بہبودی کے لئے اسلام دنیا کو پہنچانا چاہتا ہے۔ ہر ایک شخص کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ اس طریق سے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ۔ کیونکہ تجارت کے اس اخلاقی ضابطہ کے برعکس

زندگی بسر کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک غیر پیمائش شدہ سمندر میں بغیر کسی مقصد کے سفر کیا جائے جس کا نتیجہ سوائے ایک افسوسناک ناکامی کے اور کچھ نہیں نکل سکتا۔

تجارتی فرائض کی ادائیگی میں ایک شخص کی باطنی صداقت اور پاکیزگی کو بروئے کار آنا چاہیئے اور ان کاروباری معاملات میں بھی رحم، شرافت اور ایمانداری کی الوہی صفات ظاہر ہونی چاہیئیں اس طریقہ سے خدا تعالیٰ اور اس کی صفات کی یاد روزمرہ معاملات میں عملی جامہ پہنتی ہے۔ زندگی کا صحیح طریقہ جس کی بنیاد خدائی صفات پر ہو حقیقی منتہائے مقصود ہے جو روحانی انبساط کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو قرار اور امن کی جگہ ہے اور مسلمانوں کا بہشت ہے (Business) یعنی کاروبار کی اصطلاح کے مفہوم میں بہت سی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے اس کا موجودہ مفہوم قدیم مفہوم سے بالکل مختلف ہے جس کے لئے دراصل یہ اصطلاح معرض وجود میں آئی تھی۔ تاہم تجارت میں اخلاقی احساس ایک بنیادی ضرورت ہے جس سے تجارتی کاروبار کو بڑھا کر اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کاروبار انسانی نجات کیلئے ایک صورت ہے جس کو حضرت نبی کریم صلعم نے تجویز کیا ہے لیکن اس ضمن میں اخلاقی ضابطہ پر سختی سے عمل پیرا رہنا چاہیئے جس سے اس دنیا میں انسانی زندگی کا مقصد پورا ہوتا ہے اور اس زندگی کے اعلیٰ نتائج اور اعمال کو انسان دوسری زندگی میں لے جاسکتا ہے یہ اعمال حسنہ وہ کلید ہیں جن سے جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔

اسلام کا احتیاط اور غور سے کیا ہوا مطالعہ جو زندگی کے کاروباری معاملات سے متعلق ہو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کا حقیقی مالک خدا ہے انسان صرف امین ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے بطور اپنے نائب اور خلیفہ کے مقرر کیا ہے کہ وہ اس دنیا میں عدل اور انصاف کو قائم کرے تاکہ دنیا اور آخرت میں انسان کے لئے خوشی پیدا ہو اور انسان دنیا کی خواہشات دنیوی وجاہت اور طاقت میں خدائی عہد کو پورا کرے اور اس عہد کے پورا ہونے پر جو خدا اور اس کے بندے کے درمیان ہے اللہ تعالیٰ انسان کو وہ نجات اور فلاح عطا فرمائے جس کا ذکر صحف مقدسہ اور قرآن مجید میں آتا ہے:

زوالِ عیسائیت

از جناب محمد صادق ڈڈلے رائٹ صاحب

یہ بالکل عدیم المثال ہے اگر یہ موضوع دنیوی ہوتا تو یقیناً بہت خوش کن ہوتا کہ اس سرگرمی کا مطالعہ کیا جائے جس سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ حامیان دین مسیح میدان مباحثہ میں داخل ہوتے ہیں اور کلیسا کی حاضری میں دن بدن جو کمی واقع ہو رہی ہے اس کی بالکل جدید انداز سے توجیہ کرتے ہیں اور عیسائیت میں جو انحطاط واقع ہو رہا ہے اس کی وضاحت بھی عجیب و غریب طریقہ سے کرتے ہیں یہ انحطاط اتنا نمایاں ہو چکا ہے کہ صرف مذہبی اخبارات کے کالموں میں ہی اس کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ عام اخبارات کے قارئین کو بھی زوال عیسائیت کے متعلق ان مضامین کو پڑھنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اس میدان میں آخری شخص جو داخل ہوا ہے وہ ڈاکٹر ڈین انج ہے جو چرچ آف انگلینڈ کے ایک متبحر عالم اور فلسفی ہیں جو صرف ڈین انج کے نام سے ہی معروف ہیں اور قریباً تیئس سال تک سینٹ پال کی ڈینیری پر متمکن رہے ہیں۔ آج تک اس انحطاط کی جو وجوہ بیان کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اتوار کے روز سینما اور ریڈیو کھلے ہوتے ہیں لوگ ان میں مشغول ہوتے ہیں ریلوے اور دوسرے ذرائع آمد و رفت کے عام ہو جانے سے لوگ ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں اور ایک عذر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ کلیسا کے مقبول عام واعظین کے معدوم ہو جانے سے بھی لوگوں کو کلیسائی وعظ میں دلچسپی باقی نہیں رہی لیکن ڈاکٹر ڈین انج نے اس زوال کی بالکل جدید وجوہ بیان کی ہیں۔ ان کی سب سے بڑی دلیل موسیقی کے متعلق ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ اتوار کے روز لندن میں رقص و سرود کے تین چار جلسے ہوتے ہیں اور تو سرود گاہیں آدمیوں سے کھچا کھچ بھری ہوتی ہوتی ہیں۔ وائرلیس کی آسانیوں سے بھی ان سرود گاہوں کی حاضری میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوتی

وہ لکھتے ہیں کہ ایک سرود گاہ میں صرف ایک رسم میں تین لاکھ اشخاص نے شمولیت کی اور ایک رقص و سرود کی معروف کمپنی نے اپنے سازندوں کے ساتھ ۷۵ شہروں کا دورہ کیا۔

جیسا کہ ہم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ نقل نہایت اعلیٰ درجہ کا چاپلوس ہے وہ اخبار جو ڈین انج صاحب کے بیانات شائع کرتے ہیں کہ بعض چرچ موسیقی اور ناٹک کا استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ اس بہانہ سے لوگوں کو کھینچ کر اپنی حاضری میں اضافہ کر سکیں کیونکہ وہ لوگ جو موسیقی اور ڈرامہ سے حظ اٹھانے کے لئے آئیں گے وہ کلیسا کے وعظ سنیں گے اور اس کی مذہبی رسومات میں بھی حصہ لیں گے ـــــ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مذہبی مشاغل کے فقدان نے لوگوں کی طبائع میں ایک قسم کا خلا پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی زندگی کے اس خلا کو دوسری چیزوں سے پُر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر انج اور دوسرے حامیان دین مسیح اگر ذرا تعمق سے کام لیں گے تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اس مذہبی انحطاط کی کیا وجہ ہے۔ یسوع مسیح ایک پیغمبر تھے جن کو خدا نے بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف.... مبعوث فرمایا۔ آپ نے صداقت کو ان لوگوں تک پہنچایا اور آزادی کی کنجی ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن اس زمانہ میں وہ لوگ جو حضرت مسیح ناصری کے متبع کہلاتے ہیں وہ آپ کے پیغام کی تبلیغ نہیں کرتے۔ آپ کا کلام ضائع تو نہیں ہوا البتہ کلیسا نے جو کوئی الٰہی ادارہ نہیں بلکہ انسانی ادارہ ہے اس میں بہت کچھ تحریف کر دی ہے۔ وہ صداقت جس کا پرچار حضرت مسیح ناصری نے فرمایا وہ عیسائی کلیسا میں نہیں مل سکتی بلکہ عیسائی سواد سے باہر آپ کو ملے گی وہ آپ کو اسلام اور اسلامی مساجد میں ملے گی۔

موسیقی ہمیشہ کلیسائی عبادت کا ایک نہایت ضروری اور قیمتی جزو رہی ہے خصوصاً رومی کلیسا کا تو یہ جزو لاینفک ہے اور اب یہ قریباً حقیقی پرستش کا ایک بدل ہو کر رہ گئی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آج سے نصف صدی پیشتر سینٹ جارج کیتھیڈرل ساؤتھ وارک کرسمس کے موقع پر آدمیوں سے کھچا کھچ بھر جاتا تھا اور یہ کشش اس میں مشہور موسیقی دان موزارٹ (mozart) کے

(Twelfth Mass) کی بناء پر تھی جسے پیشہ ور گانے والوں کا طائفہ ساز کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر گاتا تھا۔ ایک دوسرا چرچ جو موسیقی کے استعمال کی وجہ سے بہت مشہور رہا ہے۔ وہ فارم سٹریٹ کا (Jesuit residence) ہے جس میں ہر اتوار کو موسیقی کے شاندار پروگرام کی وجہ سے بہت بڑا اجتماع ہوتا تھا۔

دوسرے گرجوں میں بھی پیشہ ور گانے والے بلائے جاتے تھے خصوصاً.........

(St. Joseph's Highgate[1]) اور دوسرے غیر مقلد فرقہ کے گرجوں میں سے (City Temple) اور (Westminster Chapel) نے اپنے ماہرین موسیقی کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی۔ صرف ایک گرجا مستثنیات میں سے ہے اور وہ ہے (Spurgeon's Tabernacle) جس میں ایک آرگن بھی موجود نہیں تھا۔

ایک بہت بڑا موسیقی دان تھا جس کا نام ٹرنر تھا۔ میں آج سے ستر برس پیشتر اس سے واقف ہوا جس نے مسٹر سپرجین کی تقلید میں موسیقی کے ایک فولادی آلہ سے ایک خاص قسم کا سرگم پیدا کیا۔ اس نے نغمہ کے نام کا اعلان کیا اور اجتماع سامع خانہ ہو کر رہ گیا ____ اس کے علاوہ وہ مقبول عام نغمہ تھا جو مختصر دعائے شکر کے طور پر گایا جاتا تھا جس کی سرتھی "یہ ایک دلکش آواز ہے" یہ سُر دل پہ ایک خاص اثر پیدا کر کے ایک دائمی کیف پیدا کرتی تھی مجھے کئی سالوں تک معلوم نہ ہو سکا کہ اس کیف کی وجہ کیا ہے۔ محض اتفاقی طور پر مجھے علم ہوا کہ یہ نغمہ ایک رومانی گیت کی نقل تھی غالباً جان ونڈسے یا جنرل بوتھ نے کہا تھا کہ عیسائی یہ نہیں چاہتے کہ شیطان سب نغمات پر اپنا قبضہ جمائے رکھے ____ لیکن وہ شخص جسے اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہو اسے یہ موسیقی اور کلیسائی وعظ مقدس اور دنیوی نغمات کی ایک عجیب آمیزش معلوم ہوتی ہے جن میں در اصل کوئی مطابقت نہیں۔

اور وہ مذہبی گیت بھی اس سے زیادہ عجیب و غریب نہیں ہیں جنہیں ہمارے آباؤ اجداد گایا کرتے تھے وہ گیت بھی موجودہ زمانہ کے گیتوں کی مانند اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی ہیں ان میں سے

صحیح نمبر ۱۔ جاتے تھے ... اس کے علاوہ دوسرے گرجے بھی اسی قسم کی شہرت رکھتے تھے خصوصاً۔

---

[1] St. Anne's Soho

ایک گیت کا ایک بند درج ذیل ہے:۔

گہرے سمندر میں رہنے والے شیطانو
اپنے خالق کی حمد کے ترانے گاؤ
گہرے سمندر سے ادھر جھانک کر دیکھو
اور اس کی تعریف میں اپنی دُمیں ہلاؤ

گرجا میں ایک منٹ پیشتر آپ پاسٹر کو دیکھیں گے کہ وہ بھیڑوں کا گلہ بان بن کر نہایت روانی کے ساتھ خدا کے رحم و کرم کے متعلق وعظ کر رہا ہوگا اور چند منٹ گذرنے کے بعد سارا اجتماع یہ گانا گا رہا ہوگا:۔

ہم خدا کے منتخب شدہ چند لوگ ہیں
باقی ساری دنیا راندۂ درگاہ ہے
جن کے لئے دوزخ ہی صحیح ٹھکانا ہے
کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ بہشت کو لوگوں سے کھچا کھچ بھر دیا جائے۔

لیکن ان مقدس باتوں کا مضحکہ اڑانے والوں کے لئے کوئی سزا نہیں یہ تعزیرات صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو عیسائی سواد سے باہر ہیں۔

مسجد میں ہمیں کسی قسم کی موسیقی سنائی نہیں دیتی لیکن اس کے باوجود اس میں ایک خوش ترتیبی اور ہم آہنگی موجود ہے، وہاں بغیر کسی قسم کی بیہودہ نمائش کے حقیقت موجود ہے، وہاں سینما، ناٹک اور موسیقی کا فقدان ہے۔ ان چیزوں کا عبادت میں کوئی حصہ نہیں صرف جذبۂ عبودیت ہی مسجد میں سب سے نمایاں جذبہ ہے۔ ڈاکٹر اج کا قول ہے کہ موسیقی ایک قسم کا گریز ہے۔ خوابوں کی دنیا کی طرف لیکن ہم تو حقیقی دنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں جو خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہے اگر کلیسا اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ایک بنیادی انقلاب کی ضرورت ہے۔ عیسائیوں کو پھر زمانۂ ماضی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور حضرت مسیح کی

حقیقی تعلیم کو دریافت کرنا چاہیئے اور ان پیغمبروں کی تعلیم کو بھی معلوم کرنا چاہیئے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں حضرت محمد صلعم کی تعلیم کا بھی علم حاصل کرنا چاہیئے جو ان کے بعد تشریف لائے کیا میں ڈاکٹر انج اور ان دوسرے لوگوں کو جو ڈاکٹر موصوف کی تقلید کرتے ہیں کی توجہ چرچ آف انگلینڈ کے بشپ بانڈ کارپنٹر کے مندرجہ ذیل الفاظ کی طرف دلا سکتا ہوں :-

اس وسیع دنیا میں جو بڑی بڑی ضروریات کے باعث مصائب اور مشکلات کا شکار ہے ہم اکثر خواب دیکھتے ہیں —— اور ہمارے مشتاق دل کار ہائے نمایاں کو تصور میں لاتے ہیں اور ہمارے اس خواب میں ہر ایک چیز کامیاب ہو جاتی ہے۔ ہاتھ کے ایک مس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اس خواب کے عالم میں سمندروں کو پھاڑنا ہمارے لئے کوئی عجیب بات نہیں۔ اے خدا ہمیں ہمارے خوابوں سے بیدار کر دے تاکہ ہم اشیاء کو ان کی حقیقی شکل میں دیکھ سکیں۔ اس معمولی جگہ کا جہاں عاجزانہ فرائض ہمارے انتظار میں ہیں (ہمیں احساس ہو جائے) جہاں خدا کی طرف سے ہم پر بڑے بڑے فرائض عائد ہوتے ہیں کیونکہ (ان فرائض کی ادائیگی میں) جو کام کیا جاتا ہے وہ خدمت کی نیت سے کیا جاتا ہے نہ کہ شہرت کی غرض سے جس سے ہماری خودی معدوم ہوتی ہے اور تیرے نام کی تقدیس اور بڑائی ہوتی ہے اور جس میں کام ہوتا ہے خواب نہیں۔

ہمیں خوابوں کی دنیا کی طرف بزدلانہ گریز کی ضرورت نہیں ہم قوت حاصل کرنے کے لئے خدا کے حضور دست بدعا ہیں تاکہ ہم ان مشکلات اور مصائب کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں جو ہمارے راستہ میں حائل ہیں اور وہ قوت ہمیں کسی سینما سے حاصل نہیں ہو گی خواہ وہ سینما کسی چرچ میں ہی کیوں نہ دکھایا جائے۔ وہ طاقت صرف خدا سے تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے، نماز اور دعا سے حاصل ہوتی ہے اپنی مرضی کو بالکل خدا کی مرضی کے تابع کر دینے سے حاصل ہوتی ہے۔

یسوع بن مریم

ابن اللہ کا نظریہ

از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا

سلسلہ کیلئے اشاعت اسلام ماہ دسمبر ۱۹۴۲ء ملاحظہ ہو

اس لئے اگر یسوع ایک جگہ خدائی مشیت سے اپنی لاعلمی ظاہر کرتا ہے لیکن ایک دوسری جگہ وہ خدا کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس نے اپنی مرضی کو اس پر ظاہر کیا اور مزید تشریح کرتا ہے کہ کوئی اور شخص خدا کی مشیت کو نہیں جانتا سوائے اس کے کہ جب وہ اس پر اسے ظاہر کرے اس استدلال میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ وحی الٰہی کی حقیقت سے لوگ اچھی طرح واقف نہیں تھے حتیٰ کہ پیغمبر نے اسے دنیا پر واضح کیا۔ لیکن یہ تشریح بھی مشکل کو دور نہیں کرتی جو یسوع کی الوہیت کے بارہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اشیاء کے متعلق اس کی لاعلمی سمجھ میں نہیں آتی اگر وہ خود الٰہی ہمہ بین اور ہمہ دان تھا جیسا کہ "یقینی خدا اور بالکل یقینی خدا" اسے علم ہونا چاہیئے تھا کہ وہ پیش بینی جو اسے عطا کی گئی ہے وہ اس کی الوہیت کی دلیل اور ثبوت ہے لیکن وہ جان بوجھ کر اور میرے خیال میں قصداً بار بار اپنے علم غیب کے فقدان کا اعتراف کرتا ہے۔ میں صرف چند مثالیں پیش کروں گا جو یسوع کی لاعلمی پر روشنی ڈالتی ہیں

جب ایک عورت جس کو بارہ سال سے خون آتا رہا تھا یسوع کے پیچھے آکر کھڑی ہوئی اور اس نے اس کے لباس کے کنارہ کو مس کیا۔ تو یسوع کو اس کا علم نہ ہوا اور اسے دریافت کرنا پڑا کہ کس نے اس کے لباس کو مس کیا ہے۔ یسوع کو علم نہیں تھا کہ انجیر کے درخت پر سوائے

پتوں کے بھی کچھ ہے۔ یسوع نے کہا کہ وہ اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتا اور اس عجز کا اس نے اعتراف کیا۔ "میں اپنے آپ کچھ نہیں کر سکتا" (یوحنا باب ۵)

پھر اس سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"اگر میں خود اپنی گواہی دوں تو میری گواہی سچی نہیں" (یوحنا باب ۵)

میں اب پھر ان دو آیات کی طرف آتا ہوں جو زیر بحث ہیں۔ یہ میرے لئے ضروری نہیں ہے کہ میں اس بات کو واضح کروں کہ اگر عیسائی علماء کی تشریح درست ہے تو یہ دونوں آیات ایک دوسرے سے مطابقت رکھتی ہیں۔ وہ ساری عبارت جس کی یہ آیات حصہ ہیں، وہ دعائے شکر کہلاتی ہے اس ساری دعا کا تتمہ اسے ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی مشرقی مذہب کی مناجات ہے اس کے علاوہ بنیادی خیالات اور مخصوص انداز بیان یسوع کی فرزانگی کا ہی نتیجہ ہے۔

اس قسم کے بہرے عہد نامہ قدیم سے پیش کرنے مشکل نہیں ہیں جو یقیناً ان آیات کے ماخذ ہیں جہاں سے مرتب کرنے والوں نے یہ عبارتیں نقل کی ہیں۔ اگر امر واقعہ یہی ہے تو ان دو آیات کا وہی مفہوم ہونا چاہیئے جو کہ عہد نامۂ قدیم میں ہے اور جنہیں میں بیان کر آیا ہوں۔

لیکن اس امر کی تشریح کے لئے کہ ابن اللہ کا نظریہ مسیح کی سادہ تعلیم میں کیسے داخل ہوا۔ ہمیں یونانی ماحول کو نظر غائر سے مطالعہ کرنا چاہیئے جس کے زیر اثر یو نے موجودہ عیسائیت کو پیدا کیا اس ماحول میں کرائسٹ کا لفظ یسوع کا مستقل نام قرار پایا وہ یسوع کرائسٹ کا اسی طرح ذکر کرتے تھے جیسا کہ وہ جولیس قیصر کا نام لیتے تھے میرے مضمون کا تعلق اس بات سے نہیں ہے کہ کرسچیانٹی میں کیسے ترقی ہوئی میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہودیوں کا مسیح صرف خدا کا بندہ (یعنی عبد) ہونا چاہیئے تھا خدا کا بیٹا نہیں ہونا چاہیئے تھا اور بیٹا بھی جسمانی معنوں میں لیکن سرزمین یونان میں عیسائیت کو فلسطین سے بالکل مختلف ماحول میسر آیا وہاں دیوتاؤں کے بطن سے انسان کے جنم لینے کا عقیدہ عام تھا اور یسوع کا خدا سے اس قسم کا تعلق کسی کو

برافروختہ نہ کرسکتا تھا بلکہ اس کے برعکس ابن اللہ کی اصطلاح اس قطعہ زمین میں ہمدردی کے جذبہ میں تحرک پیدا کرسکتی تھی بہ نسبت یہودی اصطلاح مسیح کے۔ اس لئے یونانیوں میں یہ اصطلاح پیدا ہوئی۔

دوسرے اس کو اس فقرہ سے بھی تقویت ملی جو یسوع نے اپنے لئے استعمال کیا اور ان لوگوں نے استعمال کیا جو اس کے قرب و جوار میں تھے اور خدا سے اس کے تعلق کو واضح کرنا چاہتے تھے یعنی عبد یہوواہ یعنی خدا کا بندہ۔ عہد نامہ عتیق کے یونانی ترجمہ میں یہ استعمال کی گئی تھی خصوصاً ان برگزیدہ لوگوں کے لئے جو خدا کی مرضی کو پورا کرنا چاہتے تھے ان معنی میں اس اصطلاح کا استعمال بحیثیت مجموعی بنی اسرائیل کے لئے بھی ہوا ہے حضرت موسیٰ حضرت داؤد اور دوسرے انبیاء کے متعلق بھی اس کا استعمال ہوا ہے۔

ایسی اصطلاح جس کا استعمال صحف مقدسہ میں پیغمبر خدا کے متعلق ہو چکا ہے اس کا استعمال اور اطلاق یسوع کے لئے معیوب نہیں خیال کیا جا سکتا تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ انجیلوں میں اس اصطلاح کا استعمال صرف ایک دفعہ ہوا ہے۔ "دیکھو یہ میرا خادم ہے جسے میں نے چنا" (متی باب ۱۲) اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ مرتب کرنیوالے اس اصطلاح سے گریز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ عہد نامہ عتیق میں سے ایک اقتباس درج کر رہے تھے اور اس کے پورے ہونے کو مسیح کی بعثت سے ثابت کر رہے تھے اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں نادانستہ طور پر "رسولوں کے اعمال" میں بھی یسوع کو تین دفعہ خدا کا خادم کہہ کر پکارا گیا ہے (اعمال باب ۳)

لفظ عبد کا ترجمہ بدقسمتی سے یونانی میں لفظ (Paia) سے کیا گیا ہے جس کے معنی خادم بھی ہیں اور بچے بھی اور بچے کو ابن میں تبدیل کر لینا آسان بات تھی اور خصوصاً یونانیوں کے لئے یہ نہایت آسان بات تھی۔ اور اس نے فوراً عیسائیت کی اس ترجیح کی شکل اختیار کر لی جو پولس اور یوحنا نے کی اور جس کو پولس نے اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے اور اس سے پولس اور یوحنا کے عقاید الوہی کی موجودگی ماقبل اور حلول پیدا ہونے اور کنواری کے بطن سے

پیدا ہونے کا عقیدہ بعد میں ان مذکورہ عقاید کے نتائج میں پیدا ہوا اور اس میں جو قطع و برید ہوتی رہی اس کی متن سے شہادت ملتی ہے میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں ابتدا میں جب یسوع کو بپتسمہ دیا گیا تو خدا نے فرمایا (لوقا کا بیان ہے) "تو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے میں خوش ہوں" (لوقا باب ۳) غیر اسرائیلی لوگوں میں یسوع اس دن سے خدا کا بیٹا بن گیا جب اس نے بپتسمہ حاصل کیا لیکن یہودی فقہاء کے نزدیک یسوع محض ایک انسان ہی رہا جو انسان کی طرح پیدا ہوا اور ایک معمولی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔

بشرِ کامل

از قلم ش - ب فیضی بیگم صاحبہ محمد یونس صاحب الہ آبادی

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔ عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی ۔ اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیمان ۔ بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرمان
اچھوتا تھا توحید کا جام اب تک ۔ خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق ۔ زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم ۔ اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم

آنحضرت صلعم کی نبوت سے قبل مذہب، اخلاق اور ستیا کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ہر طرف تاریکی اور جہالت کا دور دورہ تھا۔ تمدن کے لحاظ سے اہل عرب وحشی جانوروں کی حد سے گذر چکے تھے۔ ایسی قوم کو تاریکی اور ذلت کے گڑھے سے نکال کر توحید، تہذیب اور تمدن کی شاہراہ پر ڈالنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ ایسی ردی حالت کے درست کرنے کے لئے یقیناً ایک غیر معمولی شخصیت کی ضرورت تھی اور وہ زبردست ہستی خدا کے برگزیدہ بندے سرور کائنات

کی ذات پاک تھی۔ آپؐ صرف عربوں ہی کے لئے باعث فخر نہ تھے بلکہ تمام دنیا کے لئے نمونہ بن کر آئے تھے۔ وہ عرب جنہیں دوسری قومیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتی تھیں آن کی آن میں بادشاہ وقت بن گئے۔ یقیناً ایسی مردہ قوم کو قعر مذلت سے نکال کر چشم زدن میں زبردست سے زبردست سلطنتوں کا فاتح بنا دینا کیا کچھ معجزہ سے کم تھا۔ پروفیسر اسمتھ اپنی کتاب آکسفورڈ ہسٹری آف انڈیا میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کا سرعت کیساتھ پھیلنا اور وہ غیر معمولی پھرتی جس کا ثبوت اس کے پیروؤں نے اقوام عالم پر حکومت کر کے دیا ایک زبردست حیرت کا باعث ہے یا اسکو ایک تاریخی معجزہ کہا جائے۔ ان حیرت میں ڈالنے والے واقعات کا کوئی چپلا چھلایا بیان نہیں پیش کیا جا سکتا۔ لیکن تاریخ میں ایسے غیر حل شدہ تحیرات ہیں اور ہم کو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ گذشتہ زمانہ کی بعض باتیں انسان کی سمجھ سے اسی طرح باہر ہیں جیسے کہ آجکل کی"۔

وہ لوگ جو ناواقفیت کی وجہ سے یہ کہتے ہیں۔ کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا ایک کمزور اور مظلوم گروہ تلوار ہاتھ میں لینے کی سبقت کر سکتا ہے۔ اسلام کی سادگی۔ آفتاب رسالت کی باعمل زندگی لڑائی کے ہتھیاروں سے کہیں زیادہ موثر اور طاقتور تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کوئی تحریک اس تیزی سے کامیاب نہیں ہوئی جتنی کہ اشاعت اسلام مسٹر گاندھی لکھتے ہیں:۔

"میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ اسلام اس زمانہ میں تلواروں کی بدولت نہیں پھیلا بلکہ نبی صلعم کی نہایت سادہ زندگی۔ ان کی جانفروشی۔ ان کی عہد کی پابندی۔ دوستوں اور پیروؤں سے خلوص اور ان کی دلیری نے ان کا سب کام بنایا۔ اسلام شروع ہی سے مساوات کا عامل رہا اور یہ واقعہ ہے کہ اسلام کی مساوات کی بنیاد عیسائیت میں ان کے اصلاح مذہب کے ساتھ شروع ہوئی"

عرب کے لوگ خدائے واحد کو بھول چکے تھے۔ ان کی ذہنی ارتقاء کی قوت بالکل زائل ہو چکی تھی۔ اس کو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے صرف خدائے واحد کی پرستش کو اسلام کا مرکزی اصول قرار دیا۔ جب تک انسان کو خدا اور اس کی ہستی کا علم نہ ہوا وہ روحانی ترقی نہ کرسکا جس کے بغیر دنیاوی ترقی ناممکن ہے۔ توحید کے اعلان کے ساتھ ساتھ امن۔ علم۔ مساوات۔ حقوق۔ عدل، پابندی عہد، پارسائی اور تقوے کا پیام بھی دنیا کو پہنچایا۔ توحید نے سب کے لئے علم کا دروازہ کھول دیا۔ علم کی برکت سے خدا اور بندوں کے حقوق ظاہر ہوئے۔ مساوات اور اخوت کی خوبیاں نظر آنے لگیں۔ عدل کی بنیاد پڑی۔ پابندی عہد مذہب کا ایک رکن اعظم ٹھہرا۔ پارسائی۔ تقویٰ۔ صفائی اور پاکیزگی جزو ایمان ہے۔

تمام پہلوؤں پر تبصرہ کرنے کے نہ وقت کی گنجائش اور نہ کاغذ کی تنگی اجازت دیتی ہے۔ اس لئے میں خاصکر انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہوں جس کا اثر دور حاضر پر پڑتا ہے۔ ہمارے زمانہ کی کشمکش۔ قوموں کی باہمی رنجشیں راعی اور رعایا کی آپس کی بدمزگی ہر دردمند انسان کو بے چین کئے ہوئے ہے، میری ناچیز رائے میں دنیا کی اس عام بے چینی کے اسباب اقتصادی اور معاشرتی ہیں۔ اگر ایک طرف سرمایہ دار اور مزدور برسرپیکار ہیں تو دوسری جانب حاکم اور محکوم کی جنگ جاری ہے۔ سوسائٹی نے روحانیت کو پس پشت ڈال کر مادیت کو اپنا مسلک قرار دے رکھا ہے۔ روحانیت کا سرچشمہ توحید ہے۔ اس کے فراموش کر دینے سے دنیا میں توازن قائم نہیں رہا۔ رنگ۔ نسل۔ قوم و وطن کا فرق پیدا ہو گیا۔ خودغرضی بڑھ گئی۔ حقوق کی پامالی ہونے لگی جو بالآخر دنیا کی اس ہلچل کا باعث ہوئی۔ یہ حالت وہی ہے جو آنحضرت صلعم کے ورود کے وقت تھی۔ ایسی نازک حالت میں اسلام نے توحید کا پیغام دنیا کو سنایا مساوات اور امن عامہ کا اعلان کیا۔ اسلام کا بنیادی اصول کہ "خدا ایک ہے"، عام رواداری کی بہترین ضمانت ہے مساوات کا بہترین پیغام ہے۔

اسلام سے قبل مساوات مفقود تھی۔ آنحضرت صلعم نے دنیا کو مساوات کا سبق پڑھایا

صرف اللہ کا بندہ ہونا دین و دنیا کی کامیابی کے لئے کافی ٹھہرا۔ اسی مساوات نے ملک۔ رنگ۔ نسل۔ وطن۔ خاندان اور پیشوں کے فرق کو بالکل مٹا دیا۔ آپؐ اپنے خطبوں میں ہمیشہ فرماتے تھے کہ:۔

"اے اللہ کے بندو۔ بھائی بھائی ہو جاؤ"

اور علانیہ فرماتے تھے: "عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں وہی بہتر ہے جس کے اعمال اچھے ہیں"

دنیا کے ہر ملک میں غلاموں کی نسل پائی جاتی تھی۔ روم میں غلام تھے۔ یونان میں غلام تھے ایشیا میں غلام تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے غلاموں کا وہ رتبہ بلند کیا کہ کلام مجید میں ان کا ذکر آیا۔ ایک وہ صحابی بنے۔ وہ نامور بادشاہ ہوئے۔ علماء نے ان کی فضیلتوں میں کتابیں تحریر کیں حضرت بلالؓ کا درجہ جو اسلام میں ہے اسکو مولانا شبلی مرحوم یوں نظم میں بیان کرتے ہیں:۔

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلال ÷ کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں ÷ جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی ہوں اور حبشی زادہ بھی ہوں ÷ یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے ÷ ہے کوئی جس کو نہ ہو مری قرابت سے حذر
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور ÷ جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر
عہد فاروق میں جس دن کے ہوئی انکی وفات ÷ یہ کہا حضرت فاروق نے با دیدۂ تر
اٹھ گیا آج زمانہ سے ہمارا آقا ÷ اٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر

اسلام کی بدولت علم اور سلطنت تمام انسانوں کا حصہ قرار پایا۔ زنگیوں نے مستقل سلطنتیں قائم کیں۔ دور کیوں جائیے دکن ہی میں ملک عنبر نے پچیس سال تک مغلوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا۔ ترکوں نے چنگیز خاں اور ہلاکو کے سایہ میں ایک عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ جب مسلمان ہوئے علم کے علمبردار بنے۔ معلم ثانی۔ فارابی۔ امام بخاری اور علامہ

قوشچی کہلائے۔ بادشاہ ہوئے تو خداترسی میں شہرہ آفاق ہوئے۔ ملک شاہ سلجوقی کا ذکر ہے کہ اس کے ایک دورہ میں ایک بیوہ کی گائے ڈیرے والوں نے زبردستی لے لی۔ بیکس سرراہ پل پر کھڑی تھی۔ بادشاہ اس پل پہ سے گذرا۔ اس سے انصاف کی طلبگار ہو کر کہنے لگی الپ ارسلان کے بیٹے۔ میرا انصاف اس پل پر ہوگا یا کل قیامت کے دن پلصراط پر۔ بادشاہ کانپ اُٹھا۔ گھوڑے سے اتر پڑا اور کہا" ماں اسی پل پر طے کرلے۔ اس پل پر جوابدھی کی تاب نہیں" غلام کو طلب کیا جرم کے ثبوت پر تدارک کیا اور متعدد گاؤں کے ساتھ بڑھیا کو انعام دے کر رخصت کیا۔

اس پُرآشوب زمانہ میں تحمل، برداشت اور رواداری کا مسلمانوں میں سے عنقا ہو جانا اُن کے مصائب میں اور اضافہ کر رہا ہے۔ طاقت کے یہ معنے نہیں ہیں کہ فروعات پہ کٹ مریں۔ اسلام کی عزت کا انحصار رقیق باتوں پر نہیں ہے۔ اصلی طاقت تحمل اور رواداری میں پوشیدہ ہے اور ان دونوں سے مل کر جو استحکام پیدا ہوتا ہے اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کرسکتی۔ رواداری کو لوگ غلطی سے مجبوری کے نام سے پکارتے ہیں۔ رواداری دل کی ایک کیفیت ہے جس کا سرچشمہ محبت ہے۔ جو بے لوث ہو اور دوسروں کی بھلائی میں صرف کی جائے۔ محبت ایک جذبہ ہے جس کا جواب محبت ہی سے ملنا چاہیئے۔ اور اگر نفرت سے دیا جائے تو اسے ٹھیس بھی نہیں لگتی بلکہ اور مضبوطی آجاتی ہے۔ رواداری کے اعلیٰ ترین نمونے آنحضرتؐ کی پاک زندگی میں ہر موقعہ پر ہمیں نظر آتے ہیں جو ہماری ہدایت کیلئے کافی ہیں۔

آغاز اسلام میں آنحضرت صلعم طائف میں دعوت تبلیغ اور پیغام حق دیتے ہیں۔ اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ طائف سے مکہ تک تمام راستے میں آپ پر پتھر پھینکے جاتے ہیں جسم اطہر لہولہان ہو جاتا ہے۔ نعلین مبارک خون سے بھر جاتے ہیں۔ اگر آپؐ حضرت نوح کی طرح اُن ظالموں کے حق میں بددعا فرماتے تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ آپ بالکل حق بجانب ہوتے۔ سری رامچندر جی اور سری کرشن جی نے جو ہندوؤں کے انبیاء اور ہدا تھے اپنے

مفتوح دشمنوں کے ساتھ نہایت بیدردی سے پیش آئے۔ لیکن عفو کا بہترین عملی ثبوت آپ کی ذات کے لئے مخصوص تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے دشمنوں کے حق میں ان الفاظ میں دعا کی :۔

" اے میرے خدا میری قوم کو سمجھ اور ہدایت دے کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتی اور نہیں پہچانتی اگر یہ تجھ پر ایمان نہیں لاتے تو کیا عجب ہے کہ ان کے بیٹے اور پوتے ایمان لے آئیں "

اس موقعہ پر ایک اور واقعہ بنو قنیقعہ کا یاد آتا ہے جب وہ آنحضرت صلعم کے الٹی میٹم کا جواب اس طرح دیتے ہیں :۔

" اے محمدؐ قریش پر فتح پاکر بھول نہ جانا۔ وہ معاملہ اُن لوگوں سے تھا جو فن جنگ سے ناواقف تھے۔ اگر تم کو ہمارے مقابلہ کا ارمان ہے تو ہم تم کو دکھلا دیں گے کہ فتح ایسی آسانی سے حاصل نہ ہوتی "

آنحضرت صلعم کو کہلایا کہ "اگر ہمت ہے تو آئیں اور ہم کو قلعہ سے باہر نکالدیں" یہودیوں کے اس غرور کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک فوج مدینہ سے آئی اور بنو قنیقعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ جھگڑا کچھ بہت دن چلنے والا نہ تھا اور قبیلہ بنو قنیقعہ کو ہمیشہ کے لئے مدینہ کی حکومت سے چلا جانا پڑا۔ آنحضرت صلعم بھی قبیلہ بنو قنیقعہ کے ساتھ وہی کر سکتے تھے جو حضرت داؤدؑ نے اموناٹس کے ساتھ ان کو اینٹوں کے بھٹوں میں جھونکر کیا لیکن آنحضرت صلعم کی نرمی آپ کی رائے پر غالب آئی۔ آپنے صرف بنو قنیقعہ کو خالی کرنیکا حکم دے دیا اور وہ چلے گئے۔

طائف کا یہ واقعہ یا قبیلہ بنو قنیقعہ کی دشمنی کوئی انوکھی مصیبت آنحضرت صلعم کے لیئے نہ تھی۔ وہاں تو زندگی بھر ستم پر ستم ڈھائے گئے۔ ظلم پر ظلم سہے گئے۔ آپ کی محبت اللہ کے بندوں سے روز بروز زیادہ ہوتی گئی۔ آپؐ خود فرماتے ہیں :۔

"جس قدر تکلیف مجھے پہنچی ہے خدا کے کسی اور پیغمبر کو اس قدر تکلیف و مصیبت کا سامنا اعلان حق پر نہیں ہوا"

جب آپؐ سے مخالفین کے حق میں بد دعا کرنے کے لئے کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"مَیں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ پیغام رحمت سنانے کے لئے، میں لوگوں کو خدا سے دُور کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں کو اس کی رحمت سے قریب لانے کے لئے"

اگرچہ آنحضرت صلعم کی رواداری کی ایسی بہترین مثالیں تاریخوں میں بھری پڑی ہیں لیکن ایک عظیم الشان مثال وہ بھی ہے کہ جب آپ نے نصرانیوں کو مسجد نبوی میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

اس واقعہ کو کسی نے کیا خوب نظم کیا ہے:۔

ادنیٰ سا اک نمونہ خلق نبی کا یہ تھا ٭ آئے تھے وفد لیکر نجران کے نصارا
حسن سلوک کیا تھا اُن غیر مسلموں پر ٭ انصاف کی نظر سے دیکھے کوئی خدارا
گو دشمنانِ دیں تھے آئے تھے بنکے مہماں ٭ مسجد میں خود نبی نے اس وفد کو اتارا
مہماں نوازیاں تھیں ان پر رسول حق کی ٭ تھا منکرانِ حق کا کیا اوج پر ستارا
تثلیثیوں کو اس میں اذن نماز دے دی ٭ جس پاک سرزمین کو تھا شرک سے نکھارا
مشرق کے رُخ انھوں نے مسجد میں کی عبادت ٭ پایا رسول حق کی مرضی کا جب اشارا
یہ بات گو صحابہ دل سے نہ چاہتے تھے ٭ انکار کا مگر تھا اس وقت کس کو یارا
حکمت انہیں بتادی حسنِ معاملت کی ٭ سمجھا دیا یہ ان کو جن کو نہ تھا گوارا

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

اس سلسلہ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بھی تذکرہ کے قابل ہے کہ آپ جب فاتحانہ حیثیت

سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مخالفین اسلام آپ کو روکتے ہیں۔ تلوار کی اک تڑپ سب رکاوٹوں کے خاتمہ کے لئے کافی تھی لیکن اس فراخدلی کو ملاحظہ کیجئے۔ آنحضرت صلعم اس پر تیار ہوجاتے ہیں کہ دشمنوں سے صلح اور امن اور رواداری سے معاملہ طے ہوجائے۔ مخالفین کی ہر شرط قبول کر لی جاتی ہے جس سے صحابہ کرام میں ایک بے چینی سی پھیل جاتی ہے اور وہ عرض ہیں :۔ " ایسے دب کر کوئی فاتح صلح نہیں کیا کرتا "

حقیقت میں یہ صلح کوئی دبکر صلح نہ تھی۔ یہ فاتح اور مفتوح کی صلح نہ تھی۔ یہ رواداری کا بہترین عملی ثبوت تھا۔ یہ روح اور اخلاق کی فتح عظیم تھی جس نے تمام جزیرہ نمائے عرب کو کم سے کم مدت میں رحمۃ اللعالمین کے مبارک قدموں پہ لاکر ڈال دیا اور وہی دشمنان اسلام بالآخر دوست ہوکر اسلامی لشکر کے سردار بنے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے :۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا ٭ دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ٭ کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

سیرت نبویؐ کا ایک اور سبق آموز واقعہ وہ ہے کہ جب قلوب انسانی کا سب سے بڑا فاتح یعنی آنحضرت صلعم ایک لشکر جرار کیساتھ اپنے وطن میں داخل ہوتے ہیں جس سے وہ بے وطن کئے گئے تھے۔ وہ موقعہ تھا کہ وہ اپنے مجبور اور قیدی دشمنوں کو اپنی پوری پوری قوت دکھلاتے اور سر مخالف طاقت کو پاش پاش کر دیتے لیکن نہیں یہاں بھی وہی شان رحمۃ اللعالمین اپنا مظاہرہ کئے بغیر نہ رہ سکی۔ عام منادی کی جاتی ہے :۔

" اے وہ لوگو! جنہوں نے مجھے ستایا (جی بھر کر ستایا)۔ دکھ دیا (اور جی بھر کر دکھ دیا) میں تمہیں عام معافی کا پیغام سناتا ہوں۔ آج کے دن میرے اور تمہارے درمیان کوئی دشمنی باقی نہیں رہی ہے۔ وہ خدا جس نے آج مجھے تمہارے اوپر ہر طرح کا اختیار دیا ہے میں تمہیں اسی کے نام پر معاف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ بھی تمہیں معاف فرمائے "

مولانا حالی پانی پتی اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وہ رسول ہاشمی وہ رحمۃ للعالمین ؛ پیروی کا جس کی دم بھرتے ہو تم صبح و مسا
جانتے ہو قوم سے تھا اپنی کیا اس کا سلوک ؛ اس طرف سے تھی جفا اور اس طرف سے تھی دعا
کونسی تکلیف تھی جو قوم نے اس کو نہ دی ؛ پر کبھی چاہا نہ اس نے قوم کا اپنی بُرا
جب احد میں ہوگیا دندان پاک اسکا شہید ؛ قوم کے حق میں نہ نکلا منہ سے کچھ اسکے سوا
کر ہدایت قوم کو یارب کہ ہیں معذور یہ ؛ ان کی عقلوں پر ہے پردہ جہل و غفلت کا پڑا
قوم کے حملے رہے جب تک کہ اسکی ذات پر ؛ خندہ پیشانی سے سب سہے ان کے جور و جفا
پر لگی جب قوم سب مل کر مٹانے نام حق ؛ اور خدا کا پوجنا بندوں کو مشکل ہوگیا
غیرت حق نے نہ دی پھر مہلت صبر و شکیب ؛ دیں کی آخر حمایت پہ کھڑا ہونا پڑا
لشکر حق سے مگر جب ہوگئی مغلوب قوم ؛ پھر وہی شفقت۔ وہی رحمت وہی احسان تھا

آنحضرت صلعم نے جہاں مساوات کی عملی تعلیم دی وہاں انسانی حقوق کی پوری پوری حفاظت بھی کر کے بتلائی۔ مسز لکھنوتی جین صاحبہ ممبر کونسل پنجاب فرماتی ہیں کہ:۔

"حضرت محمد صاحب سے پہلے تمام ملکوں کی سوسائٹی میں عورت کا کوئی درجہ نہ تھا۔ آپؐ نے مردوں کے برابر حقوق دیئے اور عورتوں کو جو آزادی آج حاصل ہے اس کا بیج حضرت محمد صاحب کے دست مبارک نے بویا تھا اس لئے دنیا کی تمام عورتیں ان کا جتنا شکریہ ادا کریں تھوڑا ہے"

نکاح۔ طلاق اور وراثت کے حقوق آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سو برس پہلے قائم کئے اور ایسے جامع اور کامل کہ دنیا کے بہترین سے بہترین مقنن اس میں ترمیم کرنے سے عاجز ہیں۔ حالانکہ انہیں حقوق کی ترمیم آئے دن دوسرے مذاہب اور قومیں اپنے یہاں کرتی رہتی ہیں اور ہر ترمیم ان کو اسلامی اصول کے قریب تر لاتی جاتی ہے۔

یتیموں کے مال کو دست برد سے بچایا۔ غلاموں کے ساتھ مثل اولاد کے سلوک کیا اور تاکید

فرمائی۔ ملازم پر اس کی قوت سے زیادہ بار نہ ڈالنے کا حکم فرمایا۔ پڑوسیوں کو اتنے حقوق عطا فرمائے کہ ان کا مرتبہ مثل رشتہ داروں کے ہو گیا۔

آپؐ کی یہ محبت اور ہمدردی صرف بنی نوع انسان ہی کے ساتھ نہ تھی بلکہ عامہ خلائق اس سے مستفیض ہوتی تھی چوپائے اور پرند دونوں آپ کی رحمت میں شریک تھے۔ ڈاکٹر مارگولیتھ لکھتا ہے:۔

"آپؐ کی رحمدلی میں چوپائے اور پرند بھی شریک تھے۔ تنکاریوں کو منع کیا کہ زندہ پرندوں کو نشانہ نہ بنائیں اور جو لوگ اپنے اونٹوں کو اچھی طرح نہ رکھتے تھے ان کو تہدید کی۔ مردہ آدمیوں کے ساتھ ان کے اونٹوں کو ان کے قبر پر پیاسا اور بھوکا مرنے سے روکا۔ مینہ برسانے کے لئے جو بیلوں کی دم سے مشعلیں باندھ کر چراگاہوں میں چھوڑ دیا جاتا تھا اس رسم کو بند کیا۔ گھوڑوں کے گالوں پر داغ کرنا منع کیا۔ ان کی آیال اور دموں کا کاٹنا ختم کیا۔ گدھے کے چہرے پر مارنا یا داغ لگانا بند کیا یہاں تک کہ مرغوں اور راونٹوں کو کوسنا بھی جاری نہیں رکھا۔"

اللہ اللہ آنحضرت صلعم تو زمین کے جانوروں اور آسمان کے پرندوں کو مثل انسان کے ایک گروہ ٹھہرائیں اور حسن سلوک کی اپنی عملی زندگی سے تاکید فرمائیں لیکن دورِ حاضرہ کی مہذب قومیں ایک دوسرے کا خون جس دیدہ دلیری سے چوس رہی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بات یہ ہے کہ جو قوم توحید کے مرکز سے ہٹتی جائے وہ مسلمان کیوں نہ ہوں وہ درندگی کی طرف قدم بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ اسی توحیدی مرکز سے دور ہو کر ہماری دنیا میں یہ ہلچل مچی ہوئی ہے اور امن عامہ میں خلل پڑا ہوا ہے۔ اس عام بےچینی کے دور کرنے کا واحد علاج اس بشرِ کامل کی تعلیم و عمل میں پوشیدہ ہے جس کا ایک ایک فرمان آج سے تقریباً چودہ سو برس گذرنے کے بعد بھی بالکل صحیح ثابت ہو رہا ہے خدا کو واحد ماننے سے اقوام کی ذہنی ارتقا میں یگانگی ہوتی ہے۔ اللہ کی مخلوق میں مساوات کی روح پیدا ہوتی ہے جس سے حقوق کی پامالی نہیں ہونے پاتی اور جو بالآخر امن کی بنیاد ہے۔ میں جیسا کہ پہلے عرض کر چکی ہوں کہ موجودہ دنیا

کی سیاست میں سرمایہ دار اور مزدوروں میں لڑائی جاری ہے۔ حاکم اور محکوم برسرپیکار نظر آتے ہیں کہیں کمیونزم کا چرچا ہے تو کہیں فیس ازم کا۔ سرمایہ داری کے خلاف پہلی جدوجہد جس نے کی وہ آنحضرت صلعم کی ذات پاک تھی کہ سود کا لینا اور دینا دونوں حرام قرار دیکر اسکو یک قلم بند کر دیا۔ فیس ازم اور کمیونزم کو ملا کر اسلام میں خلافت کی نیو پڑی۔ خلیفۃ المسلمین کی حثیت موجودہ سلطنت کے ڈکٹیٹر کی تھی۔ دونوں طرز حکومتوں کو آج سے تقریباً چودہ سو برس قبل اس خوبی سے ملایا کہ بیسویں صدی کے بڑے سے بڑے ماہر سیاست اس معمہ کو حل کرنے سے قاصر ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:۔

امی و نکتہ داں عالم ؛ بے سایہ و سائیاں عالم

عدم مساوات اور حقوق کی پامالی کے علاوہ یورپ اور امریکہ کی قوموں کی بدعہدی بھی امن عامہ کے خلاف ہے۔ اُن کا یہ مقولہ ہے کہ عہدنامے توڑنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ خلاف ورزی عہد ان کا مسلک ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں:۔

"تم میں وہ لوگ برگزیدہ ہیں جو پاک دلی کے ساتھ عہد پورا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن سب سے اچھے بندے خدا کے وہ ہوں گے جو پاک دلی سے عہد کو پورا کرتے ہیں"

وفائے عہد کے بارے میں آنحضرت صلعم نے کسی دین یا گروہ کی تخصیص نہیں کی بلکہ یہ حکم دیا کہ جس سے عہد کرو اسکو سچائی اور ایمانداری کیساتھ پورا کرو۔" اس کا عملی ثبوت آنحضرت صلعم نے یہ دیا کہ آپ کے صحابی حضرت حذیفہ جب بدر کی لڑائی سے پہلے دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے تھے تو اس شرط پر چھوڑے گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر نہ لڑیں گے آنحضرت صلعم نے اس عدہ کو پورا کیا اور حضرت حذیفہ شریک غزوہ نہ ہوئے۔ وفائے عہد کا سب سے اہم واقعہ تاریخ اسلام میں اس عہد کی پابندی ہے جو مسلمانوں نے ان غیر مذہب والوں سے جو ذمی کہلاتے تھے کر کے نباہا۔ یہ مسلمانوں کا ایفائے وعدہ تھا کہ ذمی مسلمانوں کی حمایت میں اپنے ہم مذہبوں سے لڑے۔ پادری ڈبلیو ایچ ٹی۔ گارڈنر اپنی کتاب تضحیک اسلام میں لکھتے ہیں:۔

" یہ انتظام اس قدر ہر دلعزیز تھا کہ اسلام کے زیر حکومت عیسائی رعایا پر دوسری قوموں کی

رعایا رشک کرتی تھی۔ اور مسلمان حکمرانوں کے پاس یہ درخواستیں برابر آتی رہتی تھیں کہ وہ عیسائی حکومتوں سے نکل کر اسلامی حکومت میں آنیکو تیار ہیں۔"

اللہ کی سرزمین میں جہاں ظالم اور سفاک ہیں وہاں رحمدل انسان بھی پائے جاتے ہیں کسی خاص ملک کسی خاص قوم یا کسی خاص مذہب کے پیرو کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ان کا یہ مسلک ہے کہ نسل انسانی کے تباہی کے اسباب کو دور کرکے اسکو تہذیب اور تمدن کے پاس پہنچائیں۔ اس سلسلہ میں صرف ایک ہندوستانی پارسی پیشوا۔ ایک امریکن مؤرخ اور ایک انگریز فلاسفر کا قول نقل کرتی ہوں جن کو آنحضرت صلعم کی تعلیم میں نسل انسانی کی نجات نظر آئی اور یہ کہ آپ ہی بشر کامل تھے۔ ڈاکٹر ایم این ڈھلا لکھتے ہیں:۔

"اسلام ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جو رنگ نسل اور قومیت کی لعنت سے پاک ہے اور یہی ایک مذہب ہے جس کے پیروؤں میں آپس میں کوئی فرق نہیں......"

جب تک کہ قومیت کا سوال طے نہ ہوگا دنیا میں امن وخوشی ناممکن ہے۔ قومیت کا مسئلہ انسانی تہذیب کے لئے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔

ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کا مشہور مؤرخ پروفیسر ہارٹ اسٹفارڈ بیان کرتا ہے:۔

"اگر دنیا کے لوگ ایک دن کسی بات پر ایک مرکز پر آجائیں گے تو محمدؐ کی تعلیمات کو مناسب سے زیادہ دخل ہوگا۔ کیونکہ مذہبی خیالات رکھنے والے لوگوں کا عنصر ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ اس لئے کہ محمد کی تعلیمات اول سے آخر تک قابل عمل ہیں اور دوسرے کہ وہ تیرہ صدیاں گذرنے کے بعد بھی اپنی صورت میں موجود ہے اور ان کا آنے والی صدیوں سے مسخ ہونا ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے"

[illegible]

حضرت بانی اسلام صلعم کے یوم ولادت کو نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

(۸) دوسرے ممالک کے غیر مسلمین کو خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کی جاتی ہے۔ انہیں اسلامی لٹریچر مفت بھیجا جاتا ہے۔ (۹) مسجد ووکنگ میں جو غیر مسلم و نو مسلم زائرین آتے ہیں ان کو اسلام کے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ (۱۰) ووکنگ مشن کے زیر اہتمام نو مسلمین کی ایک جماعت لندن میں ہے۔ برطانیہ عظمےٰ کی مسلم سوسائٹی کے نام سے اشاعت اسلام کی تحریک میں کوشاں رہتی ہے۔

(۹) **مشن کے آرگن** — اس مشن کے فقط دو ہی ماہواری رسالے ہیں (۱) رسالہ اسلامک ریویو انگریزی۔ (۲) اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور۔ ان دو رسالوں کی کل کی کل آمد مشن ووکنگ انگلستان پر صرف ہوتی ہے جس قدر مسلم پبلک ان رسالوں کی خریداری بڑھائے گی اسی قدر مشن کی مالی تقویت ہوگی۔ ان دو رسالوں کے سوا مشن ووکنگ کا کسی اور رسالہ یا اخبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

(۱۰) **مشن کے تاثرات** — (۱) مشن کی اکیس سالہ تبلیغی تگ و دو سے اس وقت تک ہزاروں کی تعداد میں یورپین و امریکن اخوان و خواتین اسلام قبول کر چکے ہیں۔ جن میں بڑے بڑے لارڈز۔ رؤساء۔ فضلاء۔ علماء۔ فلاسفر۔ پروفیسر۔ مصنف۔ ڈاکٹر۔ ماہرین علم طبیعات۔ تاجر۔ سفیر۔ انجینئر۔ فوجی شہرت کے نو مسلمین ہیں۔ یہ نو مسلمین نمازیں پڑھتے۔ روزے رکھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ بعض تو تہجد تک کو خاص سوز و گداز سے پڑھتے ہیں۔ قرآن کریم کا با معنی روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ چند ایک فریضۂ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔ ان میں سے اکثر تبلیغ اسلام کی جد و جہد میں عملاً حصہ لے رہے ہیں۔ (۲) ان اکیس سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں اسلامی کتب۔ رسائل۔ پمفلٹ۔ ٹریکٹ مختلف مسیحی ممالک میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ جن کا نہایت ہی اچھا اثر ہوا ہے۔ اس مفت اشاعت سے یورپین حلقہ میں عیسائیت سے تنفر پیدا ہو چکا ہے۔ وہ لوگ عیسائیت سے بالکل بیزار ہو چکے ہیں۔ ان کا زیادہ تر رجحان طبع اب اسلام کی طرف ہو رہا ہے۔ کل کے کل مغرب و امریکہ میں اس وقت اسلامی تعلیم کی تشنگی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اس وقت مغربی دنیا کے مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ یورپ و امریکہ میں اب دشمنان اسلام۔ اسلام پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ اس مشن کی اکتیس سالہ تبلیغی تگ و تاز نے اسلام کے متعلق مغربی ممالک میں ایک رواداری انہ فضا پیدا کر دی ہے۔ کثرت سے لوگ مغربی لائبریریوں میں ووکنگ کی مرسلہ اسلامی کتب و رسالہ اسلامک ریویو کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مسجد ووکنگ میں ان غیر مسلمین کے خطوط و کالات دن تانتا بندھا رہتا ہے۔ غیر مسلم طبقہ میں سے اکثر احباب اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کرنے کے بعد مختلف قسم کے استفسار کرتے ہیں۔ اور آخر کار اپنے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے بعد۔ اعلان اسلام کا فارم پر کر کے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں بمعہ اپنے فوٹو کے روانہ کر دیتے ہیں۔ ان کا اعلان اسلام بمعہ انکے فوٹو کے مشن کے آرگن میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۱) **انگلستان میں اشاعتِ اسلام مسلمانوں کی سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ ہے** — قرآن کریم نے فلاح کے اصول کا ایک راستہ اشاعت اسلام تجویز کیا ہے۔ اشاعت کی غرض۔ غیروں کو اپنے میں شامل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی انہیں اپنا ہم خیال اور ہم مذہب بنانا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کی شماری طاقت۔ اس قوم کی سیاسی قوت کو بڑھا سکتی ہے۔ تو اس کے اصول کے لئے اشاعت ہی ایک بہترین طریق ہے۔ مغربی اقوام نے اس راز کو سمجھا۔ انہوں نے اسلام کی اتباع میں فوراً مشن قائم کئے۔ پھر اس وقت ہندوؤں نے پہلے شدھی کا راگ گایا۔ لیکن آج اچھوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس ساری سرگرمی کی تہ میں وہی شماری طاقت مضمر ہے۔ ان حالات میں کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم اشاعت اسلام میں کوشاں ہوں۔ اور جب کہ گذشتہ کچھیس سالوں میں ہم ہر ایک دوسری کوشش اور مختلف قومی تحریکوں میں جو ہم نے اپنے سلجھاؤ کے لئے کیں۔ بالکل ناکام ہو گئے ہیں۔ تو کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ مغرب میں اشاعت اسلام کو بھی ہم بطور تجربہ اختیار کر لیں۔ مگر بالفرض ہم آئندہ دس سال میں انگلستان میں جو کہ حکمران قوم کے دس ہزار نفوس کو اپنے اندر شامل کر لیں۔ تو جس قدر ہماری سیاسی قوت بڑھ سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف تصور ہی کر سکتا ہے۔ آج اگر انگلستان کے لوگوں کا ایک کثیر حصہ اسلام قبول کر لے۔ جن میں ہوس آف لارڈز و ہوس آف کامنز کے ممبر بھی ہوں۔ تو مسلمانوں کو اپنے حقوق کے لئے کسی سیاسی جد و جہد کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اس صورت میں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم مسلم مدبران سیاست کے وفود کو انگلستان بھیجکر انگریزی قوم کو اپنے ہم آواز کریں یا اپنے حقوق کی طرف توجہ دلائیں۔ وہ اسلام سے مشرف ہو کر مسلمانوں کے لئے اسلامی درد و احساس سے خود بخود وہی کہیں گے اور کریں گے جو ہم چاہتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ سیاسی الجھنوں کا بہترین سلجھاؤ۔ انگلستان میں فریضۂ اشاعت اسلام کو ادا کرنا ہے۔ یوں تو مغرب کے تمام ممالک ہی محض سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے اشاعت اسلام کے دائرے میں آنے چاہئیں۔ لیکن انگریزی قوم میں اشاعت اسلام ہمارا اولین نصب العین ہونا چاہئیے۔

(۱۲) **ووکنگ مسلم مشن ایک عالمگیر اسلامی تحریک ہے** — دنیا بھر میں فقط ایک ہی اسلامی تحریک ہے۔ جس سے کل مسلمانان عالم کو دلی محبت و ہمدردی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک تمام سیاسی و مذہبی حالات سے نکل کر اب ایک حقیقت ہو چکی ہے۔ یہ مشن اس وقت تک بیشمار اسلامی خدمات سر انجام دے چکا ہے۔ اس تحریک کے ذریعہ شاندار نتائج نکل چکے ہیں۔ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں میں اگر کوئی تحریک گذشتہ تیس سالوں میں سرسبز و کامیاب ہوئی ہے۔ تو وہ یہی ووکنگ مشن کی اسلامی تحریک ہے۔ اس تحریک کے جاذب عالم اسلام ہونے کی وجہ صرف فرقہ وارانہ امتیازات سے اسکی بالاتری و آزادی ہے۔ یہ مشن جمیع مسلمانان عالم کا واحد مشن ہے۔ اسکو کسی فرقہ اسلام یا جماعت یا انجمن سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس کے ذریعے یورپ و امریکہ میں خالص توحید و رسالت کی تبلیغ ہوتی ہے۔ اور اس غیر فرقہ وارانہ تبلیغی مسلک کی وجہ سے دنیا بھر کے مختلف مقامات کے مسلمان مسلسل اس کی مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] اس اسلامی مشن کو عالمگیر مقبولیت حاصل ہے۔ ہندوستان کے علاوہ جاپان۔ چین۔ فلپائن۔ آسٹریلیا۔ [illegible] [illegible]

[illegible] امریکہ کے [illegible] امداد کرتے رہتے ہیں۔

ہم مسلم مشن انگلستان کی کیا مدد کر سکتے ہیں (۱) یکمشت عطیہ کی صورت میں کچھ امداد دیں۔ (۲) اپنی ماہوار آمد میں سے کچھ حصہ مقرر کریں۔ جو ماہ بماہ مشن کو پہنچتا رہے۔ (۳) ششماہی یا سالانہ رقم اس کار خیر کے لئے ارسال کریں (۴) رسالہ اسلامک ریویو کی خود بھی خریداری کریں اور انگریزی دان احباب کو بھی تحریک خریداری فرمائیں۔ سالانہ چندہ ۱۰ ہے۔ (۵) یورپ۔ امریکہ اور دیگر انگریزی دان مسیحی ممالک کی پبلک لائبریریوں میں اپنی طرف سے بطور صدقہ جاریہ۔ تبلیغ اسلام کی خاطر متعدد کاپیاں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت جاری کرائیں۔ اس ذریعہ اُن کی طرف سے اسلام کا پیام غیر مسلموں تک پہنچتا رہے گا۔ اس صورت میں سالانہ چندہ پانچ روپے ہے (۶) رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو کی خریداری فرمائیں اس کا حلقۂ اثر وسیع فرمائیں۔ اس کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور ممالک غیر کیلئے ۵ ہے۔ (۷) ووکنگ مسلم مشن سے جس قدر اسلامی لٹریچر انگریزی میں شائع ہوتا ہے۔ جو کتابوں۔ ٹریکٹوں اور رسائل کی صورت میں ہوتا ہے۔ اسے خود خریدیں۔ یورپ و امریکہ کے غیر مسلمین میں اسے مفت تقسیم کراکر داخل حسنات ہوں۔ تاکہ اسلام کا دلفریب پیام اس لٹریچر کے ذریعہ اُن تک پہنچتا ہے۔ اس مقصد کے لئے دفتر مشن ووکنگ میں مسیحی غیر مسلموں اور غیر مسلم مسیحی لائبریریوں کے ہزاروں پتہ موجود ہیں۔ جن کو آپ کی طرف سے مفت لٹریچر بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کی ترسیل کی رسید۔ ڈاکخانہ کے تصدیقی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ آپ تک پہنچا دی جاویگی۔ (۸) شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عیدین کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ جن میں بارہ صد کے لگ بھگ نفوس کا مجمع ہو جاتا ہے نماز و خطبہ کے بعد کل مجمع کو مشن کی طرف سے دعوت دی جاتی ہے۔ جس پر مشن کو ڈیڑھ صد پونڈ (قریباً اٹھارہ صد روپیہ) کا ہر سال خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے مسلم احباب اس مد میں امداد فرمائیں۔ (۹) ہر سال مسجد ووکنگ کے زیر اہتمام جلسہ میلاد النبی صلعم ہوتا ہے۔ اس پر بھی زر کثیر صرف ہوتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی نومسلم حضرت نبی کریم صلعم کے اخلاق فاضلہ یا سوانح حیات پر بصیرت افروز تقریر کرکے غیر مسلمین یورپین احباب کو اس شخصیت کامل سے روشناس کرتا ہے۔ اس سعید تقریب پر بھی مشن کو خرچ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۰) اپنی زکوٰۃ کا ایک کثیر حصہ مشن کو دیں۔ قرآن کریم کی رُو سے اشاعت اسلام کا کام۔ زکوٰۃ کا بہترین مصرف ہے۔ (۱۱) فطرانہ عید میں اس کار خیر کو نہ بھولیں۔ (۱۲) عید قربان کے روز قربانی کی کھالوں کی قیمت سے اللہ کے اس پاک کام کی امداد فرمائیں۔ (۱۳) اگر آپ کا روپیہ بنک یا ڈاکخانہ میں جمع ہو۔ تو اس کا سُود اشاعت اسلام کے لئے ووکنگ مشن کو دیں۔ علماء کرام نے اس کے متعلق فتوے دے دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت میں یہ سُود صرف ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سُود کی ان رقوم کو بنک یا ڈاکخانہ وغیرہ سے نہ لینگے تو اسلام کی اشاعت و حمایت کی بجائے۔ یہ رقم دشمنان اسلام کے ہاتھ چلی جاویگی۔ جو اسے عیسائیت کی تبلیغ اور اسلام کے خلاف استعمال کرینگے (۱۴) ہر قسم کی نذر۔ نیاز۔ صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ بہترین صرف ووکنگ مسلم مشن ہے۔

(۱۰) **ووکنگ مسلم مشن کا سرمایۂ محفوظ (ریزرو فنڈ)** ایک کارین نظام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اس کے پاس معقول محفوظ سرمایہ ہو۔ یہ مشن اکیس سال سے بہ احسن وجوہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کر رہا ہے اس مشن کو ہمیشہ کے لئے انگلستان میں زندہ و قائم رکھنے کے لئے مینیجنگ کمیٹی ٹرسٹ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس مشن کے لئے دس لاکھ روپیہ سرمایۂ محفوظ میں جمع کیا جاوے۔ اس دس لاکھ روپے کو بنک میں بطور فکسڈ ڈیپازٹ رکھ دیا جائیگا۔ اگر مسلم قوم ہمت کرے۔ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ اس سکیم کے روبراہ ہونے سے مشن آئے دن کی مالی مشکلات اور روز روز کی دریوزہ گری سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ اور آئے دن کی فراہمی امداد کی زحمت سے ہمیشہ کیلئے بے نیاز ہو کر آیندہ کیلئے کسی جبیں کا محتاج نہ رہیگا۔ کیا چالیس کروڑ مسلم بھائی دس لاکھ روپیہ بھی اس کار خیر کیلئے فراہم نہ کر سکینگے۔

(۱۱) **ووکنگ مسلم مشن کا نظم و نسق** یہ مشن ایک معتبر رجسٹری شدہ ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے۔ جس کے ٹرسٹیز اور ممبران مینیجنگ کمیٹی کی امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ یہ مشن اس وقت چار نگران کمیٹیوں کے ماتحت چل رہا ہے۔ (۱) بورڈ آف ٹرسٹیز۔ (۲) ٹرسٹ کی مجلس منتظمہ۔ (۳) لنڈن میں مسجد ووکنگ انگلستان کے مشن کی نگرانی کرنے والی کمیٹی۔ (۴) لٹریری کمیٹی (جو کتب کی طباعت و اشاعت کی منظوری دیتی ہے)۔ (۵) یہ ایک غیر فرقہ وارانہ ٹرسٹ ہے۔ اس ٹرسٹ کا کسی جماعت کسی انجمن یا کسی فرقہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ مغربی ممالک میں اس کی تبلیغ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تک محدود ہے۔

(۱۲) **مشن کا مالی انتظام** (۱) مشن کی جملہ رقوم جو باہر سے آتی ہیں تین کارکنان مشن کی موجودگی میں موصول ہو کر۔ رجسٹرات آمد میں چڑھ کر ان ہر سہ کے تصدیقی دستخطوں کے بعد اسی روز بنک میں چلی جاتی ہیں۔ (۲) جملہ اخراجات متعلقہ دفتر لاہور و دفتر ووکنگ انگلستان۔ امپرسٹ کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ جسے فنانشل سکریٹری صاحب منظور شدہ بجٹ کی حدود کے اندر پاس فرماتے ہیں (۳) آمد و خرچ کا بجٹ باضابطہ ہر سال پاس ہوتا ہے۔ (۴) سال بھر بجٹ کے ماتحت بل پاس ہوتے ہیں (۵) چیکوں پر تین عہدہ داران ٹرسٹ کے دستخط ہوتے ہیں۔ (۶) آمد و خرچ کی پائی پائی تک ہر ماہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع کر دی جاتی ہے (۷) ہر ماہ کے حساب کو آڈیٹر صاحب پڑتال کرتے ہیں۔ تمام حساب کا سالانہ بیلنس شیٹ۔ جناب آڈیٹر صاحب کے تصدیقی دستخطوں کے ساتھ رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں شائع کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) **ضروری ہدایات** ۔ (۱) ٹرسٹ کے متعلق جملہ خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ پنجاب ہونی چاہیئے۔ (۲) جملہ ترسیل زر بنام فنانشل سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور۔ پنجاب (ہندوستان) ہو۔ (۳) ہیڈ آفس۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب) ہے۔ (۴) انگلستان کا دفتر دی ماسک ووکنگ سرے انگلینڈ ہے۔

Address in England :- The Imam , The Mosque, WoKing, Surrey, England.

(۵) بنکرس۔ لائیڈ بنک لمیٹڈ لاہور و لنڈن ہیں۔ (۶) تار کا پتہ " اسلام " لاہور۔ (پنجاب۔ ہندوستان) +

تمام خط و کتابت بنام سکریٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب۔ ہندوستان) فرمائیں